

فذکر بالقرآن من یخاف وعید
انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

کتاب موسومہ

معیار العلماء

مصنفہ

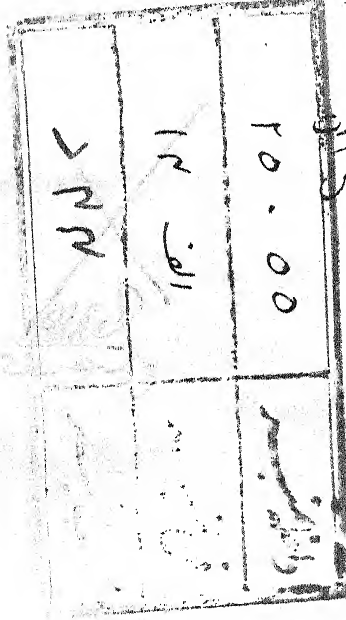
اکبر شاہ خان نجیب آبادی

مدینہ پریس بجنور میں باہتمام محمد مجید حسن (پرنٹر) چھپا

قیمت فی جلد علاوہ محصولڈاک ایک روپیہ (عہ)، محصول ڈاک /ر

کتاب ملنے کا پتہ:- منیجر مکتبہ عبرت۔ نجیب آباد (یو۔پی)

فہرست مضامین معیار العلماء





بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ وازواجہ واصحابہ اجمعین

امابعد

مین نے غالباً ۱۹۱۸ء یا ۱۹۱۹ء مین جبکہ میرا قیامگاہ لاہور تھا مسلمانوں کے پیشیوا افراد کی ناستودہ حالت کے معائنہ سے متاثر ہوکر ایک چھوٹا سا رسالہ اکابر قوم کے نام سے لکھکر شایع کیا تھا، جو میری توقع سے بہت بڑھکر مقبول اور اثر انداز ہوا جسکے کئی ایڈیشن اب تک شایع ہوچکے ہیں۔

۱۹۲۳ء میں شدھی اور سنگھٹن کا ہنگامہ ہندوؤں نے برپا کیا اور مارچ ۱۹۲۳ء مین مجھکو نجیب آباد سے معہ چند رفقاء آگرہ اور نواح آگرہ میں جانا اور ایک مہینہ وہاں قیام کرنا پڑا۔ اسجگہ تبلیغی انجمنوں کے ارکان اور مختلف اضلاع سے آئے ہوئے مولویوں کے عام اخلاق وجذبات کا حسرت انگیز وعبرت آموز تجربہ اور مدعیان تبلیغ اسلام کی ناقابلیتوں کا صحیح اندازہ ہوا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں سے آتے ہی میں نے ایک کتاب موسومہ **تحفۃ الاسلام** لکھی۔ تحفۃ الاسلام نے شایع ہوکر خوب کام کیا اور تبلیغ اسلام کے لئے بہترین چیز ثابت ہوئی جس کے کئی ایڈیشن شایع ہوکر ہاتھوں ہاتھ ملک کے گوشہ گوشہ مین تقسیم ہوگئے اور آجتک اسکی طلب میں مسلسل خطوط آرہے ہیں لیکن میں اسکا نیا ایڈیشن نہیں چھپوا سکا اور وہ اب نایاب ہے۔

۱۹۲۹ء میں مَیں نے ایک کتاب موسومہ **قول حق** لکھی جسکا ایک ہزار کا ایڈیشن صرف چند مہینہ میں ختم ہوگیا اور اسکو دوبارہ چھپوانیکے لئے آجتک متواتر تقاضے ہورہے ہیں، قول حق کا موضوع بھی اکابر قوم کیطرح

اصلاحِ قوم ہی تھا۔ اسکے نفع رساں اور مفید ہونیکا ہر ایک اُس شخص نے اقرار کیا جسنے اسکو بالاستیعاب مطالعہ کیا چنانچہ میرے پاس اسکی ستائش میں ملک کے ہر حصہ سے ایکہزار سے شاید کچھ ہی کم خطوط آچکے ہیں۔ فالحمد للہ رب العالمین

آج میں اس نئی کتاب کو معیار العلماء کے نام سے اُسی مذکورہ غرض یعنی صلاح و فلاح قوم کے لئے شایع کر رہا ہوں۔ مسلمانوں کے عالم و واعظ دوسروں کو ہدایت و نصیحت کرتے اور دوسروں کی کمزوریاں اور غلطیاں خوب بیان کرسکتے ہیں لیکن وہ خود بھی ہدایت و نصیحت کے بیحد محتاج اور اپنی کمزوریوں اور غلطیوں سے عموماً بے خبر ہیں اور ان کو ان کی کمزوریوں اور غلطیوں سے آگاہ کرنیکی کسیکو جرأت و ہمت نہیں۔ ظاہر ہے کہ طبیبوں کی غلط کاری بیماروں کی ہلاکت پید ہی منتج ہوسکتی اور عطائیوں کی چارہ گری عموماً علالت کو مستقل اور ہلاکت کو متصل کردیتی ہے۔

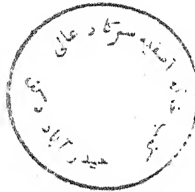
اسس کتاب کے شایع کرنیکی اصل غرض یہ ہے کہ علماء اسکو ملاحظہ فرماکر اپنی حالت پر غور کریں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور کیا ہونا چاہئے۔ عامی لوگ اسکو پڑھکر سوچیں کہ ہمکو کس قسم کے علماء کی پیروی و اطاعت کرنی چاہئے اور کس قسم کے علماء کی پیروی سے انکار کرنا ضروری و لازمی ہے۔ عام پیشہ ور واعظ تو اس کتاب کو پڑھکر کوشش کرینگے کہ عام مسلمان اس کتاب کو نہ پڑھیں لیکن مولویوں اور واعظوں سے بڑھکر عام مسلمانوں تک اس کتاب کا پہونچنا بیحد ضروری ہے اور اسی طرح مسلمانوں کی قوم کے درد کا علاج ممکن ہے۔

اکابر قوم۔ حجۃ الاسلام۔ قول حق تینوں کتابوں میں میں نے مسلمانوں کی مصیبت کا ایک ہی علاج یعنی قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوجانا بتایا ہے اور قرآن مجید ہی کی روشنی میں میں نے وہ تینوں کتابیں لکھی تھیں۔ اس کتاب میں بھی قرآن مجید ہی سے استدلال کیا گیا ہے اور اسی لئے مجھکو اطمینان ہے کہ میں نے مسلمانوں کو کوئی غلط اور غیر مفید مشورہ نہیں دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ "قرآن مجید تمہارے درمیان حَکَم ہے جو شخص قرآن مجید کو چھوڑکر دوسری چیزوں میں ہدایت کا متلاشی ہوگا وہ گمراہ ہوجائیگا۔ قرآن مجید پر عمل کرنیوالے کبھی گمراہ نہ ہونگے جو شخص قرآن مجید کے موافق کہیگا سچا ہوگا جو اسپر عمل کریگا اجر پائیگا۔ جو قرآن مجید کے موافق فیصلہ کریگا عادل ہوگا جو قرآن مجید کی طرف بلائیگا راہِ راست پر ہوگا"

اگر اس کتاب کے شایع ہونے کے بعد پیشہ ور واعظوں۔ آرام طلب اور نفس پرست

مولویوں اور اپنی خواہشات کے غلام عوام کالانعام اور اپنی نمود و نمایش کے شوقین ریاکاروں اور عمال حکومت کے آگے سجدات عبودیت بجالانیوالوں کے حلقوں میں کھلبلی مچ جائے اور شور و غوغا بلند ہو جائے تو کوئی حیرت اور تعجب کی بات نہ ہوگی۔ یہ شور و غوغا انشاء اللہ تعالےٰ چند روزہ ہوگا اور حق پسند فطرتیں ضرور اسطرف متوجہ ہوکر اس کتاب کو اپنے درد کا درمان تسلیم کرینگی۔ مَا یُجَادِلُ فِیْ اٰیَاتِ اللّٰہِ اِلَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْکَ تَقَلُّبُھُمْ فِی الْبِلَادِ۔

چونکہ میرا قلب آستانہ الٰہی پر جھکا ہوا ہے اور میں نے اُسکے گوشہ گوشہ کا جائزہ لیکر حتی الامکان اسکو نفسانی خیالات، دنیوی خواہشات اور بُرے جذبات سے پاک وصاف کرلنے کے بعد اس کتاب کا مسودہ لکھنا شروع کیا اور دوران کتابت میں خدا تعالےٰ سے امداد طلب کرتا رہا اور خوف خدا سے جدا نہیں ہوا لہذا مجھکو یقین ہے کہ میری یہ کوشش رائگاں نہیں جائیگی اور اسکے نیک نتائج ضرور مرتب ہونگے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَمِنْ دَعْوَۃٍ لَّا یُسْتَجَابُ لَھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ آمین یارب العالمین۔



۲۰ دسمبر ۱۹۳۵ء

اکبر شاہ خان
نجیب آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ہدایتِ الٰہی اور گمراہ کن طاقتیں

انسان اپنی حقیقی مقصدوری اور سعادت و کمال تک پہونچ ہی نہیں سکتا جب تک کہ ہدایت الٰہی کے ماتحت گامزن نہ ہو۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ-۴)

پس جب ہماری طرف سے تمہارے پاس ہدایت پہنچے تو اسکی پیروی کرنا کیونکہ جو ہماری ہدایت پر چلینگے انپر نہ خوف طاری ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے۔

اور فرمایا۔

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى (طٰہٰ - رکوع ۷)

اولاد آدم میں سے جو کوئی ہماری ہدایت پر چلیگا وہ نہ راہ راست سے بھٹکیگا اور نہ ہلاکت و بدنصیبی میں مبتلا ہوگا

اور فرمایا۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام۔ رکوع ۹)

ان سے کہدو کہ اللہ کی ہدایت ہی تو اصل ہدایت ہے اور ہم سب کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم رب العالمین کے فرمانبردار رہیں۔

جب سے نسل انسانی اس دنیا میں موجود ہوئی اسیوقت سے خدا تعالے نے بذریعۂ انبیاء اسکے لئے ہدایت بھیجنی شروع کی چنانچہ آدم اول نبی اول بھی تھے۔ نبیوں اور رسولوں کی رہبری کے بغیر انسان اپنے شرف و مجد تک پہونچنے کے لئے دو قدم بھی نہیں چل سکتا تھا۔ اس اجمال کی سیر کن تفصیل کتاب نظام سلطنت میں درج ہو چکی ہے اسجگہ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

دنیا میں کوئی بھی نبی ایسا مبعوث نہیں ہوا جسکی مخالفت سختی و شرارت کے ساتھ نہ کی گئی ہو اور لوگوں نے اس کا تمسخر نہ اڑایا ہو۔

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۵	بندوں کے حال پر بڑا ہی افسوس ہے کبھی انکے پاس کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسکی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو

قرآن مجید میں جن جن انبیاء کے حالات موجود ہیں ان سب کے حالات میں یہ چیز مشترک نظر آتی ہے کہ ہر ایک نبی اسیوقت مبعوث ہوا جبکہ عام طور پر لوگ گمراہی و ضلالت میں مبتلا ہوئے انبیاء کی مخالفت کرنیوالوں میں سے عموماً ہر ایک کی مخالفت کا ایک ہی رنگ رہا ہے شیطان نے نسل انسانی کو گمراہ کرنے راہ ہدایت اور تعلیم انبیاء سے جدا رکھنے کے لئے منجملہ اپنے ہزارہا آلات کے بعض ہتیاروں سے بہت زیادہ کام لیا ہے اور ان کو قریبًا ہر زمانہ میں استعمال کیا ہے جنمیں سے ایک اتباع اھوا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور ہدایت نامجات الہیہ نے ہمیشہ انسان کو انجام بیں اور فکر آخرت کو فکر دنیا پر مقدم رکھنے والا بنانے کی کوشش کی لیکن شیطان نے انسان کو کوتاہ اندیش اور خواہشات نفسانی کا بندہ بنا کر آخرت کی فکر اور قیامت کے خوف سے غافل رکھنے میں اپنی پوری کوشش صرف کی۔ ہر ایک نبی کو دنیا پرست۔ جاہ طلب تن پرور اور بندۂ دینار و درم بیک جہانیوں سے واسطہ پڑا ہے اور انسانوں کی ایک بڑی ہی تعداد اپنی خواہشات کے پیچھے چلکر دوزخ میں پہونچ چکی ہے اور پہنچ رہی ہے۔ ان لوگوں نے خدائے تعالیٰ کے ہر ایک نبی اور رسول کو اپنی خواہشات کا پورا کرنیوالا بنانیکی ناکام کوشش کی ہے اور جبکہ خدائے تعالیٰ کے رسولوں نے انکی خواہشات کے پورا کرنے سے انکار کیا ہے تو یہ ان کے دشمن بن گئے ہیں۔ ان لوگوں پر نہ کسی دلیل و برہان کا کوئی اثر ہوتا ہے نہ یہ کسی دلیل و برہان اور معقولیت کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی خواہشوں اور دنیوی سامانوں ہی کو اپنا خدا اور اپنا مقصود اصلی سمجھتے ہیں۔ ان کی رذالت اور پست ہمتی کا ہمیشہ ہر زمانے میں یکساں اظہار ہوتا رہا ہے اور ان کے وجود سے کوئی زمانہ بھی خالی نہیں رہا ہے۔

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا	یہ لوگ تو بس دنیا کی زندگی کے ظاہر حال کو سمجھتے

وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ہ (الروم - رکوع ۱) | اور آخرت سے تو یہ بالکل بے خبر ہی ہیں۔

ان دنیا پرست خواہشات کے بندوں کا ذکر اور ان کی رذالت اور کمینہ خصلتی کا حال قرآن مجید میں بار بار اور بڑی کثرت سے آیا ہے۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدائے تعالےٰ کے کسی نبی نے بھی انسان کی خواہشات کو بالکل فنا کر دینے اور دنیوی مال و متاع سے قطعاً بے تعلق ہو جانے کی ہرگز ہرگز تعلیم نہیں دی بلکہ تمام ہادیانِ برحق کی تعلیم کا خلاصہ یہی تھا کہ اپنی خواہشات کے محکوم نہ ہو بلکہ ان کو اپنا محکوم بنا کر رکھو نیز انھوں نے بتایا کہ دنیوی ساز و سامان اور مال و متاع خدائے تعالےٰ نے سب تمہارے ہی لئے بنایا ہے اس سے ضرور فائدہ اٹھاؤ لیکن دنیا اور دنیوی ساز و سامان کو مقصودِ حقیقی نہ سمجھو بلکہ دین کو دنیا پر مقدم رکھو۔ اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ شیطان کے جال میں پھنسکر رہبانیت اختیار کر لیتے اور خندق سے بچکر کنوئیں میں گر پڑتے ہیں۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام۔

شیطان کا دوسرا کثیر الاستعمال حربہ کبر و نخوت اور ضدی پن ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ انسان کو اسکی سعادت اور حقیقی کامرانی کے راستے دکھائے اور اسکو دین و دنیا میں کامیاب و بامراد بنانے کے گُر سکھائے لیکن شیطان نے انسان کے ضدی پن کو بیدار اور اسکو نخوت و پندار میں گرفتار کر کے نیکی کوشش کر کے عقل و عدل، دلیل و برہان اور معقولیت و سنجیدگی سے جدا رکھنا چاہا۔ چنانچہ ہر ایک نبی کو ان ضدی مزاج اور مغرور و متکبر لوگوں سے واسطہ پڑا اور انھوں نے حق و صداقت کے دبانے، مٹانے اور ہادیانِ برحق اور انکی جماعت یعنی حق پسند لوگوں کو نقصان پہنچانے میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا اور اپنے آپ کو خسر الدنیا و الاخرہ بنایا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ہ (البقرہ - رکوع ۲۵) | اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈر تو شیخی و تکبر ہوکر اسکو گناہ پر آمادہ کرے پس ایسے نابکار کو جہنم کافی ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

اور فرمایا۔

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ط فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ٥ (النمل - ۱)

اور باوجودیکہ انکے دل ان نشانیوں کا یقین کر چکو تھے مگر انھوں نے ہیکڑی اور شیخی کے مارے انکو نہ مانا پس لے رسول دیکھ مفسدوں کا کیسا برا انجام ہوا

اور فرمایا

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّى مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ (لقمان - رکوع۱)

اور جب انمیں سے کیسکو ہماری آیتیں پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو اکڑتا ہوا منہ پھیر کر چلدیتا ہے جیسے اسنے انکو سنا ہی نہیں گویا وہ کانوں سے بہرا ہے۔

قرآن مجید میں سیکڑوں مقامات پر ان متکبر اور ضدی مزاج لوگوں کا ذکر آیا ہے۔ یہ لوگ ہی خواہشات کے بندوں اور دنیا پرستوں کی طرح کسی منطق اور کسی دلیل کو قبول کرنے سے قطعاً محروم اور تہذیب و انسانیت سے علانیہ انکار کرنیوالے ہوتے ہیں۔

شیطان لعین جن ذرایع سے لوگوں کو گمراہ کرنے اور گمراہ رکھنے کا کام لیتا ہے انمیں ایک سب سے زیادہ اس کا بکثرت اور ہمیشہ استعمال ہونیوالا ہتھیار تقلید جامد و اکابر پرستی و اتباع آباء ہے۔ ہر ایک نبی کو ان باپ دادوں کے نقش قدم پر چلنے والوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے اور آج بھی ہر داعی الی الحق کے مقابلہ میں یہی طاغوتی لشکر عقل و شعور اور تہذیب و انسانیت سے کوسوں دور رہو کر صف بستہ نظر آرہا ہے۔ قرآن مجید نے بار بار ان لوگونکے افعال و اقوال ناشائستہ کا حوالہ دیا ہے اور ہر نبی کی دعوت کے جواب میں انھوں نے یہی نامعقول جواب دیا ہے کہ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِيْنَ ٥ (اپنے پہلے باپ دادوں اور بزرگوں میں ہمنے اس قسم کی باتیں نہیں سنیں)

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ط أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ٥ (المائدہ - رکوع ۱۴)

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب اور اسکے رسول کیطرف آؤ یعنی خدا و رسول کے احکام کو مانو تو جواب دیتے ہیں کہ جس مسلک پر ہمنے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی مسلک ہمارے لئے کافی ہے چاہے انکے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔

اس قسم کی آیات قرآن مجید سے بکثرت نقل کیجاسکتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اہرم پرستوں اور اسلاف و اکابر پرستوں نے ہمیشہ ہی داعیان حق کو پریشان کیا ہے۔ جس طرح اول الذکر ہر دو شیطانی گروہ عقل وفہم کو کام میں لانے اور دلیل و برہان کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں اسی طرح یہ تیسرا گروہ بھی عقل وفہم رکھتے ہوئے اس سے کام لینا نہیں چاہتا اور اپنی حماقت بازی کو اپنے لئے موجب فخر سمجھکر مرغے کی ایک ہی ٹانگ بتائے جاتا ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ضرورت

تمام نبیوں اور رسولوں کو جن جن شیطانی لشکروں سے مقابلہ کرنا پڑا ان سب شیطانی جماعتوں اور شیطانی طاقتوں سے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مقابلہ کرنا پڑا اور آپ کی امت کے علمائے ربانی کو آجتک مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ جب تک شیطان اور شیطانی لشکر دنیا میں موجود ہے حق کا بول بالا کرنیوالے بھی دنیا میں ضرور موجود رہینگے۔ آدم علیہ السلام کے زمانے سے حق و باطل کی یہ معرکہ آرائی جاری ہے اور قیامت تک باقی رہیگی۔ آنحضرت صلعم سے پہلے خدائے تعالےٰ اپنے انبیاء و رسل مبعوث فرماتا اور ان کو ہدایت نامے دیتا رہا۔ اب جبکہ ہدایت کامل ہوگئی اور کامل ہدایت نامے یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا خود خدائے تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا تو خاتم النبیین کے بعد اب کسی نبی کے مبعوث ہونیکی ضرورت نہ رہی اور قرآن مجید کی تبلیغ اور قرآن مجید کی طرف لوگوں کو متوجہ رکھنے کا کام قیامت تک علمائے ربانی کے سپرد ہوا۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" جسکا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بار بار نبی مبعوث ہوتے اور ہدایت نامے لاتے رہے لیکن امت محمدیہ کے لئے کامل ہدایت نامہ قرآن مجید چونکہ محفوظ و موجود رہیگا لہٰذا نبی کے مبعوث ہونیکی ضرورت نہیں رہی۔ علماء یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی کے جاننے والے کتاب وسنت کی تعلیم و تبلیغ کا کام انجام دیکر مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچانیکی کوشش کرتے رہینگے چنانچہ خدائے تعالےٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	لوگوں کی رہنمائی کے لئے جسقدر امتیں پیدا ہوئیں ان میں تم مسلمان سب سے بہتر ہو کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور برے کاموں سے

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ؕ (آل عمران - ۱۲) منع کرتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت سے ہر مسلمان کا آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہونا ثابت ہے لیکن اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا اس لئے کہ ہر شخص اپنا تمام و کمال وقت اور تمام و کمال توجہ اسی ایک کام میں مصروف نہیں رکھ سکتا تھا بلکہ دوسرے جائز اور ضروری مشاغل کو جاری رکھتے ہوئے موقع پا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام بھی کر سکتا ہے چنانچہ فرمایا کہ

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ ؕ (التوبہ - رکوع ۱۵)

اور یہ مناسب نہیں تھا کہ مسلمان سب کے سب اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں ایسا کیوں نہ کیا کہ انکی ہر ایک جماعت میں سے کچھ لوگ اپنے گھروں سے نکلے ہوتے کہ (مدینہ میں آکر) دین کی سمجھ پیدا کرتے اور جب سیکھ سمجھکر اپنی قوم میں واپس جاتے تو انکو نافرمانی الٰہی سے ڈراتے تاکہ وہ لوگ بھی برے کاموں سے بچیں،

اسی لئے حکم ہوا کہ

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؕ (آل عمران رکوع ۱۱)

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ دین و دنیا میں کامیاب و بامراد ہونیوالے ہیں،

اس آیت سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی فرضیت ثابت ہے لیکن لفظ منکم نے اسکو فرض کفایہ بنا دیا ہے یعنی مسلمانوں کے ایک گروہ کو اس کام میں ہمہ تن مصروف رہنا چاہیئے لیکن اگر کوئی بھی اس کام کو نہ کرے تو سب کے سب گنہگار ہونگے ایک جگہ فرمایا

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ (الحج - رکوع ۶)

اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ لوگ اچھے ہی اچھے کام کرینگے یعنی نمازیں پڑھینگے اور زکوٰۃ دیں گے اور لوگوں کو اچھے کاموں کیلئے کہینگے اور برے کاموں سے منع کرینگے۔

یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ ذکر فرما کر اسکی ضرورت و اہمیت کو نماز و زکوٰۃ کے ہمسر ٹھہرایا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ

جس قوم میں گناہ سرزد ہوتا ہے اور لوگ انکار و ممانعت نہیں کرتے تو حق تعالٰے جلد ایسا عذاب بھیجتا ہے جسمیں سب مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ جہاد کے مقابلے میں تمہارے سب نیک کام ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ اور امر بالمعروف و نہی عن منکر کے مقابلہ میں جہاد ایسا ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔

حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ میں فرمایا کہ تم میں جو شخص کسی منکر یعنی خلاف شرع بات کو دیکھے تو چاہیئے کہ اسکو اپنے ہاتھ سے روکے اگر یہ نہ ہوسکے تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کرسکے تو دل سے اسکو بُرا جانے اور یہ ضعیف تر ایمان ہے۔ رواہ مسلم

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کروگے تو اللہ تعالٰے تم پر اپنی جناب سے عذاب جلد بھیجے گا پھر تم اللہ تعالٰے سے دعا کروگے تو تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔ (رواہ الترمذی)

پس ثابت ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی وعظ و تذکیر و تبلیغ و نصیحت و اصلاح کا سلسلہ مسلمانوں کو برابر جاری رکھنا چاہیئے اور اسی میں نوع انسان کی فلاح و کامرانی مضمر ہے یہ نہ ہو تو ہلاکت و بربادی و تباہی کو ہرگز روکا نہیں جاسکتا اور اسلام اپنی اصلی حالت میں قایم نہیں رہ سکتا۔

وعظ و تذکیر قرآن مجید کے بغیر ممکن نہیں۔

اصطلاح شرع میں معروف سے مراد ہے اچھے کام اور اختیار کرنیکی قابل باتیں اور منکر سے مراد ہے بُرے کام اور ترک کر دینے کی قابل باتیں۔ انسان اگر تمام بھلائیوں اور برائیوں کا خود ہی تعین کرسکتا تو پھر انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونیکی ضرورت ہی نہ تھی۔ لیکن چونکہ اس کو قدم قدم پر ٹھوکر لگ سکتی ہے اور یہ کسی طرح بھی خدائے تعالٰے کی دستگیری کو بغیر اپنی سعادت کو حاصل نہیں کرسکتا تھا لہٰذا خدائے تعالٰے نے ہادیانِ برحق کو اپنی طرف سے ہدایت دیکر اسکی رہبری کے لئے مبعوث کیا۔ یہ مضمون بالتفصیل و با دلائل میری

کتاب نظام سلطنت کی ابتدائی فصول میں موجود اور قابل مطالعہ ہے۔ برائی اور بھلائی کی تمیز انسان کو ہدایت الٰہی کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء نے نسل انسانی کو الٰہی ہدایت کی طرف متوجہ رکھنا چاہا اور انسان شیطان کا معمول بنکر ہدایت الٰہیہ کی طرف سے منہ موڑتا رہا۔ علمائے ربانی یعنی ورثہ انبیاء کے راستے میں بھی یہی چیز ہمیشہ سنگ راہ رہی ہے کہ انھوں نے لوگوں کو ہدایت الٰہیہ یعنی قرآن مجید کی طرف متوجہ کیا اور علمائے سوء یعنی شیطان کے ایجنٹوں یا شیطانی لشکر کے سپہ سالاروں نے بھلی اور بری باتوں کا تعین اپنی تجویز سے کیا اور ہدایت نامۂ الٰہیہ یعنی قرآن مجید کیطرف سے لوگوں کو غافل و ذاہل رکھنا چاہا اور اس طرح اسلام کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ بنایا اور شیطان کے مقصد کو پورا کیا۔

اسمیں شک نہیں کہ بہت سے دنیوی علوم اور بہت سے دنیوی مقاصد کو پورا کرنیوالے ذرائع ہمکو زیادہ جاننے والے انسانوں اور اپنے پیشروؤں کے ذریعہ حاصل اور معلوم ہوئے ہیں لیکن اخروی مقاصد اور رضائے الٰہی کے وسائل اور حقیقی انسانی سعادت حاصل کرنے کے طریقے قرآن مجید اور اسوۂ حسنۂ نبوی صلعم کے سوا اور کسی طرح بھی معلوم نہیں ہو سکتے۔ آنحضرت صلعم نے قرآن مجید ہی کی تبلیغ فرمائی اور قرآن مجید ہی کے ذریعہ صحابہ کرام کی وہ پاک جماعت تیار ہوئی جسکو رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کی سند حاصل ہوئی۔ خدائے تعالٰے نے ایک کے بعد دوسرے نبی کو مبعوث کیا اور ایک کے بعد دوسرا ہدایت نامہ بھیجا اور یہ سلسلہ آنحضرت تک جاری رہا آنحضرت صلعم کو کامل ہدایت نامہ (قرآن مجید) دیا گیا۔ چونکہ اب قرآن مجید کے سوا کسی اور ہدایت نامے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اور قیامت تک اسی کی ضرورت تھی لہذا خدائے تعالٰے نے اسکی حفاظت کا خود سامان کیا۔ قرآن مجید کی یہ حفاظت خود اسبات کی سب سے زبردست دلیل ہے کہ نوع انسان کو قرآن مجید کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ط (الرعد۔ رکوع ۲)	اور جو چیز لوگوں کے لئے نفع رساں ہوتی ہے وہ زمین میں باقی رہتی ہے۔

قرآن مجید کی طرف سے غفلت و بے پروائی اختیار کرنا خسران و زیان اور ہلاکت ونقصان کا موجب ہے اسی لئے مسلمانوں کو وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ الخ کا حکم دیا ہے یہی داعی الی الخیر لوگ علمائے ربانی اور قرآن مجید کی تبلیغ کرنیوالے ہیں جو لوگوں کو وحی آلہی کی طرف متوجہ رکھنے کا کام اپنے اوپر لازم کرلیں اور رات دن اسی طرف اپنی توجہ منعطف رکھیں۔ آیت مذکورہ میں خیر کے معنے وحی الہی یا قرآن مجید ہی ہیں۔ لغت میں اور خود قرآن مجید میں بھی خیر متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ خیر شر کی ضد ہے یعنی بھلائی نیکی خوبی۔ خیر کے معنے مال و دولت بھی آئے ہیں۔ خیر کے معنی نفع بھی ہیں۔ خیر اس چیز کو کہتے ہیں جسمیں سب رغبت کریں۔ خیر کے معنی وحی الہی بھی ہیں۔ خیر کے جسقدر معانی ہیں اگرچہ ان سب کے اعتبار سے بھی وحی الہی کو خیر کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ ساری بھلائی اور خوبی اور کامیابی کے طریقے قرآن مجید ہی سکھاتا ہے لیکن ایک دوسری جگہ خود خدا تعالےٰ نے خیر کا لفظ خاص طور پر وحی الہی کے معنے میں استعمال فرماکر مذکورۂ بالا آیت میں استعمال ہونیوالے لفظ خیر کی تعیین فرمادی کہ یہاں خیر سے مراد قرآن مجید ہی ہے جیسا کہ فرمایا

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ
(البقرہ۔ رکوع ۱۳)

اہل کتاب اور مشرک لوگ جو منکر اسلام ہیں اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے خیر یعنی وحی الہی نازل کیجائے اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کرلیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مذکورہ آیت وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ الخ میں لفظ خیر اپنے اندر ایک وجد آور بلاغت اور خوبی رکھتا ہے کہ اس لفظ نے وحی خفی اور وحی جلی دونوں کے مفہوم کو مجتمع کرکے قرآن مجید کے ساتھ اسوۂ حسنۂ نبوی کو بھی لازم قرار دیدیا اور فرمایا کہ

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ (البقرہ۔ رکوع ۱۷)

اور اسی طرح ہمنے تمہیں ایک اعلیٰ درجہ کی اور نمونہ کی جماعت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشوا اور مزکی ہو اور رسول تمہارا پیشوا اور مزکی ہو۔

اس آیت کے الفاظ بھی اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی اور تعلیم کی ہوئی ہدایت کے سوا کوئی ہدایت نہیں ہے۔

پس خدائے تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنیوالی واعظین و مصلحین کی جس جماعت کے وجود کو لازمی قرار دیا ہے اسکا ہرگز ہرگز یہ منصب نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کو پس پشت ڈالکر اپنی تجاویز یا زید و بکر وغیرہ دوسری انسانوں کی مجوزہ باتوں کی تلقین و تعلیم و تبلیغ کرنے لگیں بلکہ اُن کے لئے لازمی قرار دیدیا گیا ہے کہ وہ کتاب الٰہی اور سنت ثابتہ ہی کی طرف لوگوں کو متوجہ کریں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو متضاد یا متغائر چیزیں سمجھنا بھی سخت غلطی ہے بلکہ سنت رسول اللہ کتاب اللہ کی تفسیر اور صحیح تعبیر ہے اصل ہدایت تو کتاب اللہ یعنی قرآن مجید ہی ہے۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۝	لوگوں سے کہدو کہ اللہ کی ہدایت تو اصل ہدایت ہے۔

(الانعام - رکوع ۹)

جو شخص قرآن مجید کو ضروری نہ سمجھے اور دوسروں کے اقوال و افعال کو سامانِ ہدایت سمجھکر ان کی تبلیغ و تلقین کو کافی قرار دے وہ ہرگز ہرگز دعوت الی الخیر والی جماعت اور علمائے ربانی میں شمار نہیں ہوسکتا۔ داعیان الی الخیر اور علمائے ربانی جو امت مسلمہ میں انبیاء کے مثیل اور لوگوں کے لئے رہبر و ہادی ہیں ان کی نسبت خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء - رکوع ۹)	اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو ایسے لوگ تو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالےٰ نے بڑے بڑے انعامات کئے ہیں یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالح لوگوں کیساتھ اور یہ کیسے اچھے ساتھی ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہی اصل چیز ہے یعنی کتاب و سنت ہی کے ذریعہ انسان مراتبِ علیا کو پہونچ سکتا ہے اور فرمایا

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا	لوگو یہ قرآن جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اسکی پیروی کرو اور خدا کے سوا اپنے بنائے

تذکرۃ ۵ (الاعراف۔ رکوع ۱) ہوئے کارسازوں کی پیروی نکرو مگر تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں بڑی کثرت سے جا بجا موجود ہیں بخوف طوالت اس جگہ نقل نہیں کی گئیں۔

کیمیائے سعادت میں امام غزالیؒ نے بعض حدیثیں قرآن مجید کے متعلق نقل کی ہیں منجملہ ان کے ایک حدیث ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی فرشتہ اور پیغمبر وغیرہ قرآن مجید سے بڑھکر خدائے تعالےٰ کی جناب میں شفیع نہیں ہے"۔ دوسری حدیث میں ہے کہ "دلوں میں لوہے کی طرح زنگ لگتا ہے اور وہ قرآن مجید سے دور ہونا ہے"۔ پھر آگے چلکر امام ممدوح نے حضرت حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ "اگلے لوگ رات کو قرآن مجید میں غور و تامل کرتے اور دن کو اسپر عمل کرتے تھے لیکن تم لوگ اسکے حروف اور زیر و زبر کو درست کرتے ہو اور اسپر عمل کرنیمیں سستی کرتے ہو"۔ پھر امام ممدوح فرماتے ہیں کہ "قرآن مجید سے مقصود اصلی فقط پڑھنا نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنا ہے پڑھنا یاد رکھنے کے لئے ہے اور یاد رکھنا عمل کرنے کے لئے جو لوگ پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی غلام کے پاس اس کے مالک کا خط آئے جسمیں اس غلام کے لئے کچھ احکام و ہدایات ہوں وہ غلام اپنے مالک و آقا کے اس خط کو خوش آوازی سے پڑھے اس کے حروف کو خوب صحیح مخارج اور صحیح آوازوں سے ادا کرے اور ان احکام کی جو اس میں لکھے ہیں کچھ تعمیل نہ کرے تو وہ غلام یقیناً عقوبت و سزا اور سرزنش و عذاب کے قابل سمجھا جائیگا"۔ پھر کیمیائے سعادت کے تیسرے باب میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "بعض لوگ ہر روز ایک قرآن بہت جلد جلد پڑھکر ختم کرتے اور زبان کے بل دوڑتے ہیں لیکن ان کا دل غافل رہتا ہے ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ قرآن کا ایک ختم ان کے لئے گنتی میں آجائے تاکہ وہ کہتے پھریں کہ ہمنے اتنے قرآن ختم کئے اور سات منزلوں میں سے آج اتنی منزلیں ہمنے پڑھیں۔ یہ اتنا نہیں جانتے کہ قرآن مجید کی ہر ہر آیت ایک ایک خط یا پروانہ ہے جو احکم الحاکمین نے اپنے بندوں کو لکھا ہے اسمیں امر۔ نہی۔ وعدہ۔ وعید مثال۔ نصیحت۔ خوف دلانا۔ ڈرانا سبھی کچھ ہے۔ قرآن پڑھنے والے کو چاہیئے کہ وعید کے

محل پر ہمہ تن خوف ہو جائے اور وعدہ کے مقام پر سراپا خوشی بنجائے۔ مثال کے محل پر بالکل اعتبار ہو جائے۔ وعظ کے مقام پر ہمہ تن گوش بنجائے۔ ڈرانے کیوقت ہر اس میں ڈوب جائے۔ یہ سب کیفیتیں دل کی حالتیں ہیں۔ پھر فرمایا زبان کی نوک ہلانے سے کیا فائدہ ایسے شخص کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے بادشاہ حکمنامہ لکھے جسمیں احکام ہوں اور وہ مکتوب الیہ بیٹھکر اس حکمنامہ کو ازبر کرلے اور پڑھا کرے اور اسکی معانی سے غافل ہو۔

سنت نبوی اور قرآن مجید۔

سنت نبوی یا اسوۂ حسنۂ نبوت کی اہمیت وضرورت سے ہرگز ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے بہتر قرآن مجید کے سمجھنے والے اور اسپر عمل کرنیوالے تھے۔ آپؐ ہی قرآن مجید کے بہترین مفسر اور شارح تھے قرآن مجید کے سمجھنے اور اسپر عمل کرنے کے لئے سنت نبوی سے کسی طرح بھی بے نیازی نہیں برتی جاسکتی۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (الاعراف۔ رکوع ۲۰)	لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے رسول نبی امی محمدؐ پر بھی ایمان لاؤ کہ وہ خود بھی اللہ اور اسکی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس رسول ہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت یاب ہو۔

اور فرمایا۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج (الحشر۔ ۱)	اور رسول جو تمہیں دے اُسے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔

اور فرمایا

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ط (النساء۔ ۶)	جن لوگوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی قیامت کے دن آرزو کرینگے کہ کاش زمین میں سما جائیں۔

اور فرمایا۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط (النور۔ ۹)	مسلمانو! رسول کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ آپسمیں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

اور فرمایا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ٥ (الاحزاب - ۳)	رسول اللہ صلعم کی ذات میں تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے۔
اور فرمایا اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ ط (النساء - رکوع ۱۶)	ہم نے ہی اے رسول حق و حکمت کیساتھ تجھپر کتاب یعنی قرآن مجید کو نازل کیا ہے تاکہ خدا تعالٰے کی دی ہوئی بصیرت کے موافق تو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

اب اس جگہ شیطان کے ایک ہمہ گیر فریب کا ذکر نہایت ضروری ہے وہ یہ کہ عام طور پر مسلمانوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے علاوہ اسلام کو لبطور خود الگ مدون فرماکر لوگوں کو اس کی تعلیم دی ہے اور احادیث نبوی میں جسقدر اوامر ونواہی مذکور ہیں وہی اسلام کو مکمل کردیتے ہیں قرآن مجید اور اس کے اوامر ونواہی کی طرف متوجہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں یعنی قرآن مجید کے بغیر بھی دین پورا اور کامل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں مسلمانوں کے بہت سے دینی مدارس ایسے موجود ہیں جنمیں حدیث وفقہ کی تعلیم پر تمام تر ہمت صرف کیجاتی ہے اور قرآن مجید کو نصاب تعلیم سے باہر رکھا گیا ہے۔ اس طرح عملاً قرآن مجید کو غیر ضروری چیز یا زیادہ سے زیادہ برکت کے لئے فہم وتدبر کے بغیر تلاوت کرلینے اور رمضان کی تراویح میں سننے سنانے کی چیز قرار دیدیا گیا ہے۔ تعلیم وتربیت اور علم وعمل کے دائرے سے قرآن مجید کو خارج کرکے صرف حدیث وفقہ کی کتابوں کو کافی ووافی سمجھ لیا گیا ہے۔ اس شیطانی فریب نے یہانتک ترقی کی ہے، کہ بعض لوگوں نے اپنے علماء اور ائمہ فقہ کے اجتہاد وفتاوی ہی کو کافی سمجھکر قرآن مجید کے ساتھ سنت ثابتہ اور حدیث نبوی کو بھی غیر ضروری اور ناقابل التفات ٹھہراکر اپنی ساری ہمتیں صرف قیاس واجتہاد کی کتابوں اور فتاوی کے ذخیروں تک محدود کردیں اور اسکو اسلام اور علم دین قرار دیے لیا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قرآن مجید ہی کی تبلیغ کی اور قرآن مجید ہی کی طرف لوگوں کو بلایا اور قرآن مجید ہی کو دستور العمل زندگی بنایا۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (المائدہ۔ رکوع ۷)

اے رسول خدائے تعالٰے نے جو کتاب تجھپر نازل کی ہو اسی کے مطابق لوگوں میں حکم دے اور انکی خواہشوں کی پیروی نکر اور ان کے داؤں گھات سے چوکس رہ کہ خدا کی نازل فرمودہ کتاب کے کسی حکم سے یہ لوگ تجھکو بھٹکا نہ دیں۔

اور فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (المائدہ۔ رکوع ۱۰)

اے رسول تجھپر جو احکام تیرے رب کی طرف سے نازل ہوئے ہیں لوگوں کو پہنچا اور اگر تونے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائیگا کہ تونے کوئی پیغام بھی لوگوں کو نہیں پہنچایا۔

اور فرمایا

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ (المائدہ۔ رکوع ۷)

اور جو کوئی خدا تعالٰے کی نازل کی ہوئی کتاب (قرآن مجید) کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ ظالم یعنی گنہگار (نافرمان) ہیں۔

اور فرمایا

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۵ (بنی اسرائیل۔ ۵)

اور ہمنے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا تاکہ یہ لوگ کسیطرح سمجھیں مگر اس سے ان کی نفرت ہی بڑھتی گئی۔

اور فرمایا

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۵ (الاعراف۔ رکوع ۲۴)

اے رسول کہدے کہ میں تو صرف اسکی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھپر وحی کیا جاتا ہے یہ روشنیاں ہیں تمہارے رب کیطرف سے اور ہدایت و رحمت ایمان لانیوالوں کیلئے۔

اسی قسم کی اور اس سے زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرنیوالی آیتیں سیکڑوں کی تعداد میں قرآن مجید سے نقل کی جاسکتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کو جو خدائے تعالٰے کی طرف سے بندوں کو پہنچانے کے لئے نازل ہوا تھا لوگوں تک پہنچایا سمجھایا اور اسپر خود عمل کرکے دکھایا۔ اور لوگوں سے اسپر عمل کراکر ان کو سعادت اور حقیقی مقصدوری تک پہونچایا۔

کسقدر صاف اور واضح حقیقت ہے کہ شریعت کا دارومدار صرف خدائے تعالےٰ پر ہے۔ خدائے تعالےٰ ہی حاکم حقیقی ہے اسی نے اپنے احکام دیکر تمام انبیاء کو مبعوث فرمایا اور اسی نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادیٔ کامل بناکر اور اپنا کامل ہدایت نامہ (قرآن مجید) دیکر بھیجا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اپنے احکام کی تعمیل کا مکلف بنایا۔ اور ہادیٔ کامل کے نمونہ اور اسوۂ حسنہ کی اتباع کو ضروری ٹھہرایا۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ	جسنے رسول کا حکم مانا اُسنے اللہ ہی کا حکم مانا۔

(النساء - ۱۱)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر خدائے تعالےٰ کے نائب ہیں اور وہی نوع لبشر کے امام اعظم اور پیشوا ہیں اور انھوں نے خدائےتعالیٰ کے احکام (قرآن مجید) بلاکم وکاست انتہائی احتیاط کے ساتھ لوگوں تک پہنچائے ہیں۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ۝ (انعام - رکوع ۷)	اللہ کے سوا اور کسی کا بھی اختیار نہیں وہ حق بیان فرماتا اور وہی سب فیصلہ کرنیوالوں سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

پس معلوم ہوا کہ دین کی اساس اور بنیاد کتاب الٰہی ہے۔ سنت نبوی اسکی تفسیر وتشریح اور صحیح تعبیر ہے لیکن کتاب الٰہی یعنی قرآن مجید کے بغیر تو اسلام اسلام ہی نہیں رہتا اور جب قرآن مجید کے ساتھ سنت نبوی اور احادیث نبوی کو بھی پس پشت ڈالدیا جائے تو پھر جو کچھ بھی باقی رہیگا اسکو اسلام کے نام سے کس طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے؟ اُسکا تو کچھ اور ہی نام ہونا چاہیئے۔ شاید اسی لئے لوگوں نے اپنے اپنے مولویوں، پیروں اور استادوں کے نام پر الگ الگ جتھے قایم کرکے اپنے اپنے مذاہب و مسالک کے الگ الگ نام بھی رکھہ لئے ہیں اور انھیں ناموں سے خوش بھی ہوتے ہیں اور صرف مسلم کہلانا پسند نہیں کرتے جب تک کہ ان کی گروہ بندی اور جتھے بندی کا بھی حوالہ نہ دیا جائے۔

کتاب الٰہی اور سنت نبوی کو دو متغائر یا مختلف چیزیں سمجھنا نہایت سخت غلطی ہے جس طرح کہ اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کو دو الگ الگ اطاعتیں سمجھنا حماقت ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی ایسی حدیث پیش کرے جو قرآن مجید کے کسی حکم اور تعلیم کے مخالف

ومتضاد ہو تو اس حدیث کو بلا خوف رد کر دیا جائیگا اور اسکو وضعی یعنی جھوٹی حدیث سمجھا جائیگا اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان سے یہ سراسر بعید اور قطعاً محال ہے کہ وہ حکم الٰہی کے مخالف ومتضاد کوئی حکم دیں اور اسلئے بھی کہ قرآن مجید یقینی علم ہے اور حدیث ظنی۔ ہاں! یہ احتیاط ضروری ولازمی ہے کہ حدیث نبوی کو مخالفِ قرآن قرار دینے میں کسی نادانی، حماقت اور جاہلانہ جلد بازی کو تو دخل نہیں دیا گیا اور غور وتدبر اور تحقیق و تفتیش میں تو کوتاہی نہیں برتی گئی۔ اسی طرح ضرورت کے وقت علمائے ربانی اور قرآن و حدیث کے زیادہ جاننے والوں کے قیاس و اجتہاد سے فائدہ اٹھانا بھی ہرگز خدا اور رسول کی اطاعت کے منافی ومخالف نہیں ہے بلکہ خدا ورسول ہی کے حکم کی تعمیل ہے۔ علماء سے خدا ورسول ہی کے احکام معلوم کرنے چاہئیں نہ خود اُن علماء کے اپنی طرف سے تجویز کردہ احکام یہ تو کسی طرح بھی تسلیم نہیں ہو سکتا کہ کتاب وسنت کو ناقابل التفات چیز ٹھہرا کر اور علماء کے قیاس واجتہاد ہی کو اصولی اور حقیقی چیز قرار دیکر تدبر فی القرآن کا دروازہ مقفل کر دیا جائے اور علماء کے قیاس واجتہاد کو قرآن مجید کا قائم مقام بنا کر اور خود اپنے دلوں پر بھی قفل لگا کر ضرورت قرآن سے حقیقتاً انکار کر دینا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری سمجھ لیا جائے۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد۔ رکوع ۳)	کیا یہ لوگ مطالب قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ گئے ہیں۔

علماء سے اجتہاد میں غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں لہذا ان کے اجتہاد وفتاوی کو کتاب اللہ کی طرح اصولی چیز ہرگز نہیں مانا جا سکتا محض جتھے بندی اور ہجر قرآن کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے اپنے ائمہ وعلماء کے اجتہاد وقیاس کو اصولی چیز اور مقیس علیہ قرار دیکر قیاس پر قیاس کرنا شروع کر دیا اور کتاب وسنت سے مراحل دور ہو کر اپنے دلوں کو سخت اور سیاہ بنا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؁

دین کا سیکھنا بہت آسان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دین کے سیکھنے میں کوئی دشواری اور مشکل پیش نہیں آئی۔ صحابہ کرام ؓ میں اعلیٰ

درجہ کے اشراف قریش اور عرب کے مشہور ذہین و ذکی و مدبر لوگ بھی شامل تھے اور معمولی طبقے کے بدوی، غلام اور مزدوری پیشہ حضرات بھی جو اسلام لانے کے بعد سب کے سب ہی عالم بشریت کے لئے مقتدا، وپیشوا اور نجم ہدایت بن گئے۔ اُن میں سے کیسکو بھی دین کے سیکھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ وہ قرآن مجید کو پڑھتے اور سنتے اور ساتھ ہی اسپر عمل بھی کرتے تھے۔ رسول اللہ صلعم کا اولین فرض دین اور قرآن مجید کا سکھانا تھا اور آپ ہی کے طرز عمل کو پیش نظر رکھکر صحابہ کرامؓ نے دوسروں کو قرآن مجید اور اسلام سکھایا ان کو بھی دین اسلام کے سکھانے اور قرآن مجید کے سمجھانے اور اسپر عمل کرانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ اس ابتدائی زمانہ یعنی خیر القرون کے مسلمان بہترین مسلمان تھے۔ اور ان کا اسلام بہترین اسلام تھا۔ یہ لوگ خود قرآن مجید اور سنت نبوی پر عمل کرتے اور جن کو اسلام سکھاتے انسے بھی عمل کراتے اور کیسکو کوئی دشواری پیش نہ آتی۔ اسلام عمل کرنے کے لئے نہایت ہی آسان مذہب ہے۔ وہ لوگ نہ آجکل کے فقہی مباحث سے آشنا تھے نہ ہزارہا فقہی اصطلاحات اور موشگافیوں سے کوئی واسطہ رکھتے تھے نہ انکے پاس منطق ونحو کی کتابیں تھیں نہ فلسفہ وعلم کلام کے دفتر انھوں نے کھنگالے تھے۔ ان کے پاس قرآن مجید کے سوا کوئی کتاب نہ تھی اور سنت رسول کے سوا وہ کسی چیز کے محتاج نہ تھے۔ جبدن سے لوگوں نے کتاب الٰہی اور سنت نبوی سے بغاوت اختیار کی اور نئی نئی شرطیں اور نئی نئی چیزیں گھڑ کر اسلام کے لئے ضروری قرار دیدیں اسی دن سے دین کا سیکھنا دشوار اور مشکل کام ہوگیا اور اس آسان دین کو مشکل اور دشوار تر بنادیا گیا۔ قرآن مجید کو بتدریج سرکاتے سرکاتے اور ہٹاتے ہٹاتے پس پشت پہنچا دیا۔ اور اپنے اپنے بزرگوں اور استادوں کے انسانی کلام اور انسانی کلمات اور انسانی مصنوعات کو اصل دین قرار دیکر سرچشمہ بنا لیا گیا جسکا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہیئے تھا کہ بہت سے جتھے اور فرقے اور گروہ پیدا ہوگئے اور وہ دین جو توحید کامل سکھانے اور وحدت انسانی قایم کرنے آیا تھا منبع اختلاف ومخزن شقاق وافتراق بنگیا۔ ہر فرقے اور ہر جتھے نے اپنی فوقیت ثابت کرنے کے لئے ہزارہا کتابیں لکھہ ڈالیں اور ہزارہا

جدید اصطلاحیں ایجاد کرلیں اور ایک ایسی چیز کا نام علم دین رکھا گیا جسکو دین سے کوئی واسطہ نہیں۔ قرآن مجید میں تدبر کرنیکی آجکل کے عالموں اور مفتیوں کو کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ فقہی مجادلات اور موشگافیوں میں عمریں صرف کرنے کے بعد بھی یہ لوگ اسلام اور حقیقتِ اسلام سے کوسوں دور ہی رہتے ہیں۔ مدرسہ سے سر پر دستارِ فضیلت باندھے ہوئے نکل آتے ہیں لیکن تعلیمِ قرآنی اور اخلاقِ نبوی سے ان کا قلب بالکل خالی اور دماغ بالکل کورا ہی رہتا ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ۔

صحابہ کرامؓ میں بعض ایسے ایرانی ورومی وحبشی حضرات شامل تھے جو اسلام لانے سے پہلے ہی عربی زبان سمجھ سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے عربی زبان سیکھنے کے لئے صرف ونحو کی کتابیں نہیں پڑھی تھیں نہ اس زمانہ میں ان کتابوں کا وجود تھا نہ معانی و بلاغت و بدیع کے فنون ایجاد ہوئے تھے۔ تابعین اور تبع تابعین میں تو بڑی ہی عظیم الشان تعداد غیر عرب لوگوں کی شامل تھی۔ اور یہ سب لوگ دین کے بہترین عالم اور برگزیدگان الٰہی میں سے تھے۔ ان غیر عرب بزرگوں کے متعلق ہرگز ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے اول عربی زبان سیکھنے میں پندرہ پندرہ اور بیس بیس سال تک صرف ونحو کی کتابیں رٹیں اور بیان ومعانی کے کورس ختم کئے اور منطق وفلسفہ کے دقائق اور زواہد ثلاثہ حل کرلینے کے بعد سندیں حاصل کرلیں۔ تب ان کو قرآن مجید کے پڑھنے اور اسمیں تدبر کرنیکی اجازت دی گئی تھی۔ بلکہ انھوں نے تو شروع ہی سے قرآن مجید کا سمجھنا اور ساتھ ہی اسپر عمل کرنا شروع کردیا تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ مادری زبان کے سوا ہر ایک دوسری زبان کے سیکھنے میں محنت ضرور برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن عربی زبان بالخصوص قرآن مجید کی زبان تو اسلام سیکھنے کے ساتھ ہی ساتھ ہر مسلمان تھوڑی سی توجہ اور معمولی سی محنت کو کام میں لاکر سیکھ سکتا ہے۔ اور صدر اسلام کے غیر عرب مسلمانوں نے اسی طرح سیکھی تھی ہر مسلمان کو سب سے پہلے کلمہ طیبہ اور الحمد شریف یاد کرنے کے ساتھ ہی ان کے معانی بھی یاد کرنے پڑتے ہیں۔ پھر نماز کی تمام دعائیں اور قرآن مجید کی چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کرنا اور ان کا مطلب سمجھنا ضروری ہے۔ السلام علیکم اور وعلیکم السلام سے لیکر جمعہ کے خطبہ

مسنونہ اور خطبۂ نکاح تک کا ترجمہ و مطالب ہر مسلمان کو جاننا چاہیئے۔ رات کو سوتے وقت آیتہ الکرسی سورۂ بقر کے خاتمہ کی آیتیں۔ صبح سو کر اٹھنے کی دعائیں۔ پاخانہ میں جانے اور وہاں سے فارغ ہو کر نکلنے کی دعائیں۔ مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے نکلنے کی دعائیں۔ نمازوں کے بعد کی دعائیں غرض ہر ایک عامی مسلمان کو بھی عربی زبان کے بکثرت جملات اور قرآن مجید کی بہت سی آیات زبانی یاد ہوتی ہیں اور ان کے معانی و مطالب سے بھی اسکا آگاہ و واقف ہونا لازمی ہے۔ پھر کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اسکے لیئے ادر ترقی و کوشش کر کے سارے قرآن مجید کا پڑھنا اور سمجھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ یا قرآن مجید کا سمجھنا ایسا دشوار اور کٹھن کام ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی دوسرا مشکل کام نہیں اور اس لئے مسلمانوں کو سب کچھ پڑھنا اور سیکھنا چاہیئے مگر قرآن مجید کے سمجھنے اور اسمیں تدبر کرنے کا نام بھی نہیں لینا چاہیئے۔ فیا للعجب۔

کن کن لوگوں نے اور کیوں مسلمانوں کو قرآن مجید سے دور و مہجور رکھنے کی کوشش کی ہے اسکا حال اصل کتاب میں آئیگا۔ میں اسوقت اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کو خود قرآن مجید کا فیصلہ اس معاملہ میں معلوم کرنا ہو کہ وہ کسقدر آسان کتاب ہے اور اسکا سمجھنا اور اسپر عمل کرنا بہت ہی آسان ہے وہ برخوردار مولوی محمد ادریس خاں کا مصنفہ رسالہ موسومہ لا الہ الا اللہ ملاحظہ فرمائیں جسمیں ایک فصل کا عنوان ہے کہ "کیا واقعی قرآن مجید کا سمجھنا سخت دشوار ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید کی تعلیم دیتا اور قرآن مجید کی تعلیم پاتا ہے۔ (رواہ احمد)

اس لئے کہ قرآن مجید اپنے رنگ میں رنگین کر کے دین و دنیا کے انتظامات بتاتا اور وحدت و مرکزیت پیدا کرتا ہے اور افتراق و شقاق کے تمام دروازوں کو بند کر کے نوعِ انسان کو اسکی سعادت تک پہنچا دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ "اس قرآن ہی کے ذریعہ خدائے تعالےٰ قوموں کو رفعت و برتری عطا کرتا اور جو اس قرآن کو چھوڑ دیتے ہیں انکو ذلت و پستی میں ڈالدیتا ہے" (رواہ مسلم)

پھر فرمایا کہ "ماہر بالقرآن ہمراہ سفرۂ کرامٌ بررہ کے ہوگا" (رواہ البخاری) پھر فرمایا کہ "جو کوئی قرآن مجید کو اپنا امام بنالیتا ہے قرآن اسکو جنت کی طرف کھینچکر لیجاتا ہے اور جو کوئی اسکو پس پشت ڈالدیتا یعنی اس کی طرف سے بے التفاتی وغفلت اختیار کرتا اور اسپر عمل نہیں کرتا وہ اسکو دوزخ کی طرف لیجاتا ہے"۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) پھر فرمایا "جسنے قرآن مجید پڑھا اور اسپر عمل کیا اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائیگا جسکی روشنی سورج کی روشنی سے بہتر ہوگی لہذا اسکی نسبت خود غور کرلو جس نے اس پر عمل کیا" (رواہ ابوداؤد) پھر فرمایا "سب سے بہتر لوگ میری امت کی حاملانِ قرآن اصحاب لیل ہیں" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) پھر فرمایا "قرآن مجید کو پڑھو اور اس پر عمل کرو اور قرآن سے روگرداں نہ ہو اور اسمیں غلو نہ کرو اور قرآن کے ذریعہ سے نہ کھاؤ اور زیادتی نہ کرو" (رواہ احمد والطبرانی) پھر فرمایا "جو شخص قرآن مجید پڑھے اسکو چاہیئے کہ اللہ سے مانگے قریب ہے کہ ایسے لوگ آئینگے جو قرآن پڑھکر لوگوں سے سوال کرینگے" (رواہ الترمذی) ہمارے زمانہ کے حافظوں کو جو روپیہ ٹھہراکر تراویح میں قرآن سناتے ہیں عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ "جس نے قرآن پڑھکر لوگوں سے روزی طلب کی وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئیگا کہ اسکے منہ پر ہڈیوں کے سوا گوشت بالکل نہ ہوگا" (رواہ البیہقی)

اگر قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے میں کچھ مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے تو وہ محنت اور مشکلات ہرگز ہرگز ناقابل برداشت اور مالایطاق نہیں ہیں اور قرآن مجید کے ترجموں اور تفسیروں کی موجودگی میں تو یقیناً آسانی سے تبدیل ہوچکی ہیں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خود خدائے تعالےٰ نے ہر مسلمان پر علم کا سیکھنا فرض ٹھہرادیا ہے اور قرآن مجید کے علم سے زیادہ کوئی دوسرا علم ضروری بھی نہیں ہوسکتا تو حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے زمانہ کے نام نہاد علماء اور عالم نما جاہلوں کو اسبات کی جرأت کس طرح ہوئی کہ انھوں نے لوگوں کو قرآن مجید سے دور و مہجور رکھنے کے لئے پہرے بٹھادئے اور اپنے عماموں جبوں اور فضیلت کی سندوں کو ملکیتِ علم دین کی دستاویزیں

بناکر باوجود اسکے کہ خود حقیقت دین اور علم دین سے جاہل ہوتے ہیں باقی تمام مسلمانوں کو بھی جاہل و غافل رہنے پر رضامند اور مجبور کر دیا اور جسطرح ہندوں میں برہمنوں کی قوم نے اپنے مذہبی علوم کو اپنی جاگیر بناکر باقی ہندو قوم کو مذہبی اعمال و عبادات میں اپنا دست نگر بنالیا ہے اسی طرح انھوں نے بھی اپنی جاگیر اور نمبرداری محفوظ کرلینے کی نامعقول و ملعون کوششیں کر کے عام مسلمانوں کو حقیقت اسلام سے بہت دور ڈال دیا ہے۔

اکبر شاہ خاں
نجیب آباد
۱۵ر نومبر ۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً و مصلیاً

معیار العلماء

علم اور علماء

علم کے معنے ہیں کسی چیز کا سعہ اسکی حقیقت کے ادراک ہونا۔ علم کی ایک تقسیم نظری اور عملی ہے۔ نظری وہ علم ہے جو ادراک کے بعد کامل ہو جاتا ہے۔ اس کے حاصل ہونے کے بعد کسی عمل کی حاجت نہیں رہتی مثلاً توحید باری تعالے کا علم۔ فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں کا علم ایسے ہی اور باتوں کی شناخت جو کسی عمل کی محتاج نہیں۔ عملی وہ علم ہے جو بغیر عمل میں آئے کامل نہیں ہوتا جیسے عبادات نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ کا علم یہ اسوقت تک مفید نہیں جب تک عمل نہ کیا جائے۔ علم کی ایک اور تقسیم عقلی اور سمعی ہے۔ عقلی وہ جو غور و فکر سے حاصل ہوتا ہے اور سمعی وہ جو سماعت سے حاصل ہوتا ہے۔ اصطلاحِ شرع میں علم سے مراد کتاب و سنت کا علم جو ادراک و عمل و عقل و سمع ہر ایک اعتبار سے حاصل ہو خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۵ (الزمر۔ رکوع ۱)

اے رسول ان لوگوں سے کہو کہ کہیں علم والے اور وہ جو بے علم ہیں برابر ہو سکتے ہیں؟

پھر فرمایا کہ

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ (المائدہ-۱۳)	اے رسول ان لوگوں سے کہو کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہو سکتے۔

پھر فرمایا کہ

لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ (الحشر- رکوع ۳)	وہ لوگ جو دوزخی ہیں اور وہ جو جنتی ہیں دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

پھر فرمایا کہ

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ط (فاطر- رکوع ۳)	اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتا اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہ زندے اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ آیات میں خدائے تعالےٰ نے سات چیزوں کی سات چیزوں پر فضیلت کا ذکر فرمایا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے علمائے قایم بالحق کا قول ہے کہ علم طیب، جنت، بصارت، نور، ظل، حیات ان ساتوں چیزوں سے مراد علم ہی ہے اور ان کے مقابل جن سات چیزوں کا نام لیا ہے ان ساتوں سے مراد جہل ہے۔ اور ساتوں مثالوں میں حقیقتاً علم وجہل کی مساوات کی نفی بیان فرمائی ہے اور قرآن مجید میں بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دینے کا جو ذکر فرمایا ہے کہ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ تو اس فضیلت و برتری کا سبب بھی علم ہی ہے چنانچہ سات نبیوں کی فضیلت صراحتہً بہ سبب علم ہی بیان فرمائی ہے۔ آدم علیہ السلام کو علم لغت وعلم صفات اشیاء کی وجہ سے فضیلت دی۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرہ-۴)	اور آدمؑ کو سب چیزوں کے نام یعنی صفات بتادئے

حضرت خضر علیہ السلام کو علم فراست کے سبب فضیلت حاصل ہوئی۔

وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا (الکہف-۹)	اور ہمنے اپنی طرف سے اسکو ایک خاص علم سکھایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر کے سبب فضیلت حاصل ہوئی۔

وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ج (یوسف - ۱۱)	اور مجھکو خواب کی باتوں کی تعبیر بیان کرنی بھی سکھائی

حضرت داؤد علیہ السلام کو علم صنعت کے سبب فضیلت عطا ہوئی ۔

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ ۵ (الانبیاء - ۶)	اور اسکو ہمنے تم لوگوں کے لباس جنگ یعنی زرہ کا بنانا سکھایا

حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم منطق الطیر کے سبب فضیلت ملی ۔

یَا أَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (النمل - ۲)	انھوں نے کہا لوگو! ہمکو خدا کیطرف سے پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علم توریت و انجیل کے سبب فضیلت حاصل ہوئی ۔

وَیُعَلِّمُهُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۵ (آل عمران - رکوع ۵)	اور خدا اسکو کتاب اور دانائی اور خاصکر توریت و انجیل سکھادیگا ۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمیع علم اسرار و جمیع علوم عالیہ کے سبب فضیلت حاصل ہوئی

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط (النساء - رکوع ۱۷)	اور تجھکو اے رسول ایسی باتیں سکھادی ہیں جو پہلے تجھکو معلوم نہ تھیں

علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ ان سات علموں نے ان سات نبیوں کے ساتھ عجیب نتائج ظاہر کئے ۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنے علم کیوجہ سے مسجود ملائک بنے ۔ حضرت خضر علیہ السلام اپنے علم کیوجہ سے موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کے استاد و معلّم بنے ۔ حضرت یوسفؑ اپنے علم کے سبب قید خانہ سے نکل کر ملک مصر کی وزارت عظمیٰ اور حکومت پر فایز ہوئے حضرت داؤد علیہ السلام اپنے علم کے سبب سلطنت و بادشاہت تک پہونچے ۔ حضرت سلیمانؑ نے ملک سبا کی ذی اقتدار صاحب تخت و تاج اور مالک جاہ و حشم ملکہ کو اپنا محکوم بنایا حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنی ماں سے تہمت کو دور کیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت و خلافت و شفاعت عظمیٰ کے ساتھ سرافراز ہوئے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ یعنی علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے مرد ہو خواہ عورت ۔ امام غزالی رحمہ نے اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے اس سوال کا سب سے بہتر جواب دیا ہے کہ وہ کونسا علم ہے جسکا سیکھنا اور حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے ۔ ان کے مفصل بیان

کا خلاصہ یہ ہے کہ "ہر شخص پر اسی کے حسب حال علوم کا سیکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ مثلاً جو کافر مسلمان ہوا یا جو مسلمان کا لڑکا بالغ ہوا اُس پر سب سے پہلے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے معانی وسطالب کا جاننا فرض ہو جاتا ہے۔ توحید و رسالت کے متعلق صحیح عقائد کا تسلیم وقبول کر لینا۔ خدا اور رسول۔ قیامت۔ دوزخ وجنت۔ حشر ونشر اور خدائے تعالیٰ کی سب صفتوں کا مان لینا ضروری ہے۔ علم کے اس حصہ کو عقائد کہتے ہیں۔ عقائد دل سے تعلق رکھتے ہیں اور اعمال جوارح سے۔ عقائد کے بعد اعمال کے علم کی دو قسمیں ہیں ایک اوامر کا علم۔ دوسرے نواہی کا۔ مسلمان ہونے کے بعد ظہر کا وقت آیا تو اسپر نماز کا سیکھنا اور ضروری طہارت کا علم حاصل کرنا فرض ہو گیا۔ اسکے بعد جب مغرب کی نماز کا وقت آیا تو اسپر یہ جاننا کہ مغرب کی نماز تین رکعتیں ہیں فرض ہو جاتا ہے۔ جب رمضان آئے تو روزہ کے متعلق علم حاصل کرنا۔ اگر سونے کے بیس دینار اس کے پاس ہیں اور سال بھر اسپر گذر گیا تو زکوٰۃ کا علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ گونگے پر زبان کے گناہوں سے واقف ہونا فرض نہیں۔ اسی طرح اندھے پر بدنظری کے گناہ اور دیکھنے کے متعلق احکام سے مطلع ہونا فرض نہیں۔ لیکن جو آنکھیں رکھتا اور دیکھ سکتا ہے اسپر فرض ہے وقس علی ھذا۔ جو آدمی کوئی پیشہ کرتا ہے اس پیشہ کے متعلق علم حاصل کرنا بھی اسپر فرض ہو جاتا ہے شلاً اگر کوئی سوداگر ہے تو سود کے مسائل اور بیع کی شرطیں معلوم کرنا فرض ہے۔ اسی طرح نواہی کا علم بھی فرض ہے اور وہ بھی ہر شخص کی حالت کے موافق مختلف ہے۔

جو کام دل سے تعلق رکھتے ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قسم دل کے حالات سے تعلق رکھتی ہے اور ایک اعتقادات سے۔ اعتقادات کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ دل کے حالات سے تعلق رکھنے والی باتوں کی مثال یہ ہے کہ آدمی کو اسبات کا علم حاصل کرنا فرض ہے کہ ریا۔ کینہ۔ حسد۔ تکبر۔ بدگمانی اور اس قسم کی چیزیں حرام ہیں۔ ان سب کا جاننا ہر شخص پر فرض عین ہے۔ اسلئے کہ کوئی شخص ان بیماریوں سے خود بخود خالی اور پاک نہیں رہ سکتا ان کے علاج کا علم ضروری ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بیع و رہن و قرض و طلاق وغیرہ معاملات کا علم جو فقہ میں مذکور ہے فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے۔ یہ اسی پر فرض ہے جو ایسے

معاملات سے تعلق رکھنا چاہتا ہو ہر ایک پر فرض نہیں لیکن علم کی وہ قسم جو اعتقادات اور دل کے حالات سے تعلق رکھتی ہے ہر ایک مسلمان پر فرض ہے اور علم حاصل کرنے سے کوئی مسلمان بے احتیاج نہیں ہوسکتا۔

آگے چلکر امام صاحب نے ان لوگوں کے اقسام بیان فرمائے ہیں جو علم ہی کو اپنا پیشہ بنائیں؛ ور علم کے سوا اور کوئی شغل اپنی معاش حاصل کرنے کے لئے اختیار نہ کریں اور تمامتر ہمت وکوشش حصول علم ہی میں مرکوز رکھیں۔ "ان میں پہلی قسم اُن لوگوں کی ہے۔ جو میراث پانے کے سبب مالدار اور روزی کی طرف سے مطمئن ہیں دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے۔ جو قانع ہیں اور تنگی وتنگدستی اور فقر وفاقہ کو بکشادہ پیشانی اور بخوشی برداشت کرسکتے ہیں تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنکو مسلمان بھائیوں کے ہاتھ سے بلا طلب جائز اور حلال طریقہ سے عزت کے ساتھ روزی بہم پہونچ جاتی ہے۔ ان تینوں کے لئے طلب علم میں مصروف رہنا سب کاموں سے بہتر ہے۔ چوتھا وہ شخص ہے جو معاش نہ رکھتا ہو اور اُسے طلب علم سے دنیا حاصل کرنا مقصود ہو اور بادشاہی روزینہ کے سوا جو حرام یا ظلم سے ہو یا لوگوں سے لینے کے سوا جو یا ذلت کے ساتھ ہو اور کوئی معاش کی صورت نہ ہو یا جس کسی کو طلب علم سے جاہ ومال مقصود ہو تو ایسے شخصوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ جو علم فرض عین ہے اس سے فارغ ہو کر کسب وہنر اور دستکاری وغیرہ سیکھیں ورنہ ایسا آدمی دوسرے آدمیوں کے لئے شیطان ہو جائیگا۔ اس کے سبب سے دوسرے لوگ تباہ اور سخت گمراہ ہونگے جو جاہل اسے حرام کا مال لیتے اور حیلے اور تاویلیں کرتے دیکھیگا دنیا کے حاصل کرنے میں اسکی اقتدا کریگا اور صلاحیت کی نسبت ضلالت لوگوں میں بہت پھیل جائیگی ایسے عالم جتنے کمتر ہوں بہتر ہے (میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس موجودہ زمانہ میں عالم علم دین کہلانیوالوں میں فی صدی ننوانوے ۹۹ تعداد ایسے ہی جاہ طلب اور دنیا طلب لوگوں کی ہے جنکی نسبت امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے عالم جتنے کمتر ہوں بہتر ہے اور اسی لئے مسلمان تباہ اور سخت گمراہ نظر آتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون) آدمی کو چاہئے کہ دنیا کو دنیا کے کاموں سے طلب کرے اور خدا کا نام خدا ہی کے واسطے لے۔ دین کے کاموں سے دنیا تلاش نہ کرے اور گوہر آبدار کو نجاست میں آلودہ نہ ہونے دے۔"

پھر آگے چلکر امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ " اس زمانہ کے علماء دنیا کے عالم ہیں یا دین کے اور لوگوں کو اُن کی حالت دیکھکر فائدہ ہوتا ہے یا نقصان اسپر غور کرنا چاہئے۔ یہ لوگ ہرگز دین کے عالم نہیں ہیں اور ان کے حالات دیکھکر دین کے اعتبار سے مخلوقِ خدا کو نقصان ہی پہونچتا ہے۔ ہاں! اگر عالم متقی و پرہیزگار ہو اور ایسے علوم پڑھاتا ہو جنمیں دنیا کے غرور و فریب سے ڈرنے کا بیان ہو تو ایسے عالم کی صحبت موجبِ منفعت ہے بلکہ اسکی زیارت موجب سعادت ہے۔ آدمی اگر وہ علم سیکھے جو مفید ہے تو سبحان اللہ یہ سب کاموں سے بہتر ہے اور مفید وہ علم ہے جس سے عقبیٰ کی عظمت اور آخرت کے سنگروں اور دنیاداروں کی حماقت کے حالات معلوم ہوتے اور کبر۔ ریا۔ حسد۔ عجب۔ حرص۔ حب دنیا کی آفت اور اسکا علاج پہچانتا ہے۔ یہ علم دنیا کے لالچی کے حق میں بھی ایسا ہے جیسے پیاسے کے حق میں پانی اور بیمار کے حق میں دوا۔ دنیا کا لالچی جب فقہ اور خلافِ مذہب علوم مثلاً منطق و فلسفہ۔ علم کلام اور علم ادب وغیرہ جن سے دنیا کی حقارت ذہن نشین نہیں ہوتی پڑھیگا تو اسکی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی بیمار ایسی دوا کھائے جس سے بیماری اور بڑھ جائے۔ اسواسطے کہ یہ علوم اکثر حسد۔ ریا۔ فخر۔ عداوت۔ خودآرائی۔ مکر۔ حب جاہ و دولت کا تخم دل میں بوتے ہیں اور جسقدر زیادہ پڑھیئے اسیقدر یہ اوصاف ناپسندیدہ دلمیں زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اگر آدمی ایسے لوگوں سے مصاحبت رکھے جو فقیہ ہونیکا دعوےٰ کرتے ہیں اور علوم خلاف مذہب میں مشغول رہتے ہیں تو ایسا ہوجاتا ہے۔ کہ اگر کبھی اس امر سے توبہ بھی کرنا چاہیئے تو اسپر توبہ کرنی دشوار ہوتی ہے "

علم سے مراد درحقیقت علم دین ہی ہے جو متعلق ہے کتاب وسنت سے پھر اسکے بھی دو حصے ہوسکتے ہیں ایک مبادی دوسرے مقاصد۔ مبادی وہ علم ہے جسپر معرفت کتاب وسنت کی موقوف ہو مثلاً لغت وصرف ونحو جس سے قرآن مجید واحادیث نبوی کا مطلب سمجھ میں آسکے یا ایسے شفیق ومتقی استاد کی تلاش جو قرآن مجید واحادیث نبوی کا صحیح ترجمہ سنا سکے وغیرہ۔ مقاصد وہ علم ہے جو اعمال واخلاق واعتقادات سے متعلق ہے۔ اب جو شخص صرف مبادی ہی میں اپنی تمام عمر اور پوری ہمت صرف کردے اور مقاصد تک نہ پہونچے۔ اور

اعمال و اخلاق و اعتقادات کی تعمیر و اصلاح کا موقع نہ پاسکے وہ خسران زدہ و زیان رسیدہ اور سخت بدنصیب ہے۔ اگر کوئی شخص اردو لکھنا پڑھنا جانتا ہے اور قرآن مجید کی اردو تفسیر اور اردو ترجمہ اسکو دستیاب ہو سکتا ہے اور عربی لغت اور صرف و نحو پڑھنے اور عربی زبان میں بقدر ضرورت دستگاہ حاصل کرنے میں اسکو آسانی نہیں اور کئی سال صرف کئے بغیر ضروری مہارت حاصل کرنے کا یقین نہیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اردو ترجموں اور اردو تفسیروں کے ذریعہ اول قرآن مجید کے مطالب و احکام سے واقفیت بہم پہنچانے میں کوتاہی اور تامل نہ کرے اور عربی زبان کے سیکھنے کی کوشش بھی جاری رکھے۔ لیکن اگر وہ عربی صرف و نحو کے سیکھنے اور ادبی قابلیت بہم پہنچانے میں مصروف ہو کر قرآن مجید اور احادیث نبوی کے اوامر و نواہی معلوم کرنے سے بے پروا اور ان احکام کی تعمیل سے غافل رہا تو کوئی عذر اسکا جناب الٰہی میں مسموع و مقبول نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اصل مقصود اعمال و اخلاق و اعتقادات کا سدھارنا تھا محض زبان عربی کا جاننا نہ تھا اگر صرف عربی دانی ہی نجات کے لئے کافی ہوتی تو ابوجہل اور ابولہب سے زیادہ فصیح و صحیح عربی غیر عرب کہاں جان سکتا ہے اور اس زمانہ کا مشہور پادری زویمر اور مصر کے بہت سے عیسائی ہندوستان کے فارغ التحصیل اور سند یافتہ اور سندیں عطا کرنیوالے مولویوں سے زیادہ اچھی عربی بول اور لکھ سکتے ہیں لیکن ان کے اعمال و اخلاق و اعتقادات اسلام اور کتاب و سنت کے خلاف ہیں اور وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ اس بیان کی تائید خود قرآن مجید فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝ (الرحمٰن - رکوع ۱)	خدائے رحمان نے قرآن سکھایا انسان کو پیدا کیا اور اسکو بیان سکھایا۔

اس آیت کے متعلق امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ابتداء قرآن کی تعلیم سے فرمائی۔ اس کے بعد خلقتِ انسان کا ذکر کیا اور اس کے بعد تعلیم بیان کا تذکرہ فرمایا۔ مگر ان دونوں جملوں کے درمیان حرف عطف کو داخل نہیں کیا۔ حالانکہ عام استعمال کے موافق ان جملوں کی ترتیب اسطرح ہونی چاہیے تھی خلق الانسان وعلمہ

البیان و علمہ القرآن۔ کیونکہ ہمارے دیکھنے میں انسان کی پیدائش مقدم ہے۔ اسکے بعد گفتگو کرنا سیکھتا ہے اور اسکے بعد قرآن کی تعلیم دیجاتی ہے۔ لیکن جب تک انسان قرآن کے ساتھ خصوصیت پیدا نہ کرے وہ حقیقتاً انسان نہیں کہا جاسکتا لہذا قرآن سے ابتداء کی اور اسکے بعد خلقت انسانی کا ذکر کیا تاکہ لوگوں کو آگاہی حاصل ہوجائے کہ درحقیقت آدمی کو قرآن ہی کی تعلیم کے ذریعہ انسان بنایا گیا ہے اور اس کے بعد علمہ البیان کا جملہ ذکر کرکے تنبیہہ کردی کہ وہ بیانِ حقیقی جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے قرآن سے واقفیت بہم پہنچانے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ لہذا اس خاص ترتیب سے حرفِ عطف (واؤ) کو ترک کرکے آئندہ خبردار کردیا کہ یہ سارا جملہ اپنے پچھلے جملے پر عطف نہیں بلکہ اسکا بدل واقع ہوا ہے اور اسکا مدعا یہ ہے کہ جسوقت تک انسان عبادت کے طریقوں سے آگاہ اور اس سے مخصوص نہ ہوگا وہ انسان نہیں کہلاسکتا اور جب تک اسکا کلام شرع کے موافق نہ ہوگا اس وقت تک اسے بیان نہیں کہینگے۔"

جن کے دل میں قرآن مجید کے ذریعہ علم اور تقرب الٰہی حاصل کرنیکا جوش ہوتا ہے خدا تعالےٰ ان کے لئے ضرور آسانی پیدا کردیتا ہے جیساکہ فرمایا

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط (العنکبوت - ۷)	اور جن لوگوں نے ہمارے معاملہ میں یعنی ہمارا تقرب حاصل کرنیکی کوششیں کیں ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھائینگے۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے کسی شخص کو تحصیل علم کے متعلق مشورہ دیتے ہوئے صحف الغزالی میں لکھا ہے کہ "تم کسی علم کی تکمیل و تحصیل میں مشغول ہونے سے پیشتر یہ سوچ لیا کرو کہ اگر آئندہ ہفتہ میں تمہارا اس جہان سے انتقال ہوجائے تو یہ علم اس دوسرے جہان میں تمہارے کام آئے سو ایسا علم نہ علم عروض ہے نہ انشاء نہ علم اختلاف مذاہب نہ اصول نہ علم کلام وغیرہ"

اوپر جو کچھ بیان ہوا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ علم جو ہر شخص پر فرض عین ہے۔ قرآن مجید ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتا اور قرآن مجید ہی دل کی بیماریوں کا صحیح علاج کرتا اور قرآن مجید ہی کے ذریعہ اعتقادات کی صحت کمال کو پہنچ سکتی ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ اصطلاح شرع میں علم قرآن ہی کا نام علم ہے اور جو شخص قرآن مجید کا زیادہ علم رکھتا ہے وہی عالم علم دین

ہے چنانچہ خدا تعالے نے فرمایا

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

(البقرہ۔رکوع ۱۴)

یہود بھی اور نصاریٰ بھی اے رسول تجھسے ہرگز رضامند نہ ہونگے جب تک کہ تو ان کے مذہب کی پیروی نہ کرے انسے کہدے کہ اللہ کی ہدایت ہی کامل ہدایت ہے اور اگر تو اپنے پاس علم کے آجانے کے بعد انکی گری ہوئی خواہشات کی پیروی کریگا تو پھر تیرے لئے خدا تعالیٰ کی سزا سے بچانے والا کوئی کارساز و مددگار نہ ہوگا۔

اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ خدا تعالے نے قرآن مجید ہی کا نام علم فرمایا ہے اور قرآن مجید ہی کے جاننے والے اور اس پر عمل کرنیوالے کو عالم کہا جا سکتا ہے نہ اسکے غیر کو۔ پھر فرمایا

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

(الشوریٰ۔۵)

اسی طرح ہمنے اپنے حکم سے ایک روح یعنی قرآن بذریعہ وحی تیری طرف بھیجا ہے بجائیکہ تو کتاب اور ایمان کسی سے بھی آگاہ نہ تھا لیکن ہمنے اس قرآن کو نور بنا دیا ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتے ہیں اسکے ذریعہ سے راستہ دکھلاتے ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ اے رسول تو بھی سیدھا ہی راستہ بتاتا ہے۔

اس آیت سے بھی صاف ثابت ہوا کہ علم قرآن مجید اور اسوۂ نبوی ہی میں ہے اور عالم وہی ہے جو کتاب وسنت کا جاننے والا ہے۔ قرآن مجید ہی کے ذریعہ خشیت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

(الحشر۔رکوع ۳)

اگر ہمنے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا تو اسکو دیکھ لیتا کہ وہ خدا کے خوف سے جھک گیا اور پھٹ پڑا ہوتا۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ

(فاطر۔۴)

خدا تعالے سے تو اسکے وہی بندے ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔

انھیں عالموں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ (رواہ الترمذی) یعنی فضیلت عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت ہے تمہارے ادنیٰ پر۔ پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور سب زمین و آسمان والے یہانتک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور یہانتک کہ مچھلی دریا میں یہ سب رحمت بھیجتے ہیں انپر جو لوگوں کو علم سکھاتے ہیں"

پھر فرمایا کہ "ایک عالم کے بہکانے سے ہزار عابد کا بہکانا شیطان پر آسان ہے" پھر فرمایا کہ "جو شخص مرجائے اس حال میں کہ وہ شخص اسلام کے زندہ کرنے کے لئے طلب علم میں مصروف ہو تو اس کے اور پیغمبروں کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (رواہ الدارمی) پھر فرمایا کہ "علم کا درس رات کی ایک ساعت میں بہتر ہے ساری رات کی شب بیداری سے" (رواہ الدارمی) (یہاں درس علم سے مراد درس قرآن ہی ہے) پھر فرمایا کہ "جو شخص طلب علم کے لئے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور جب کچھ لوگ جمع ہو کر خدا کے کسی گھر میں خدا کی کتاب پڑھتے اور آپس میں خدا کی کتاب کا درس دیتے اور سنتے ہیں تو اُن پر سکینت نازل ہوتی اور ان کو خدا کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور خدا کے فرشتے ان کو ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین کے سامنے ان کا ذکر کرتا اور ان کی خوبی اور اپنا ان سے رضامند ہونا بیان فرماتا ہے"

(رواہ المسلم)

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی خوفناک بات کا ذکر کیا پھر فرمایا کہ یہ بات اس وقت ہوگی جب علم دنیا سے جاتا رہیگا میں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا علم کیسے جا سکتا ہے ہم سب لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائیگی اور قیامت تک یہی سلسلہ جاری رہیگا۔ آپؐ نے یہ سنکر فرمایا اے زیاد تجھکو تیری ماں روئے میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ مدینہ میں تو ایک سمجھدار آدمی ہے۔ کیا یہ یہود و نصاریٰ توریت و انجیل نہیں پڑھتے لیکن توریت و انجیل پر مطلق عمل نہیں کرتے،

رواہ الترمذی وابن ماجہ واحمد والدارمی - اس حدیث نے صاف طور پر فیصلہ کر دیا کہ علم قرآن مجید ہی میں ہے اور قرآن مجید کا بھی اگر کوئی شخص عالم ہو اور وہ اس پر عمل نہ کرے تو وہ بھی درحقیقت عالم نہیں جاہل ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ان من العلم جہلاء - پھر فرمایا " اَلنَّاسُ عَالِمٌ وَّ مُتَعَلِّمٌ وَمَا سِوَاھُمَا ھَمَجٌ " - یعنی آدمی صرف دو ہیں ایک عالم اور دوسرا علم حاصل کرنیوالا ان کے سوا باقی سب عوام کالانعام ہیں -

اس فصل میں جو کچھ بیان ہوا اور امام غزالی رحمہ نے جو کچھ تشریح و تصریح فرمائی سب پر غور کرنیسے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ علماء دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صحیح معنوں میں عالم جنکو علمائے ربانی کہنا چاہیئے اور ایک بُرے اور گمراہ نام کے عالم جنکو علمائے سو کہا جاتا ہے - قرآن مجید اور احادیث نبوی میں ان دونوں قسم کے علماء کا جدا جدا ذکر آیا ہے - علمائے ربانی کو علم حاصل کرنے اور جس بات کو خود نہ جانتے ہوں دوسروں سے معلوم کر لینے میں کوئی تامل نہیں ہوتا اور وہ جسطرح دوسروں کو علم سکھاتے اسی طرح دوسروں سے علم حاصل کرنیکے خواہاں رہتے ہیں اور اپنے آپ کو علم حاصل کرنے سے مستغنی اور کامل العلم نہیں سمجھتے کیونکہ علام الغیوب کے سوا اور کسی کا علم کامل نہیں ہوسکتا اور ہر جاننے والے سے بڑھکر دوسرا جاننے والا ہوسکتا ہے جیسا کہ فرمایا

وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ط (یوسف-۹)	اور دنیا میں ایک جاننے والے سے بڑھکر دوسرا جاننے والا ہے

اور فرمایا

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ہ (بنی اسرائیل-۱)	اور تم لوگوں کو بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے -

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے باوجود اسکے کہ ایک عظیم الشان اور جلیل القدر نبی تھے یہ معلوم کر کے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے کسی دوسرے بندے کو ایسا علم دیا ہے جو ان کو حاصل نہیں خدا کے اس بندے کو تلاش کر کے اس سے کہا کہ

هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ہ (الکہف-۹)	کیا میں اس شرط پر آپ کی پیروی کرسکتا ہوں کہ جو اعلیٰ درجہ کی باتیں آپ کو معلوم ہیں وہ مجھے سکھادیں -

ہدہد سے یہ سنکر کہ

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ (النمل - ۲)	مجھکو ایک ایسا حال معلوم ہوا ہے جو ابتک آپکو معلوم نہیں ہوا

سلیمان علیہ السلام ناراض نہیں ہوئے۔

قرآن مجید اور علماء

علمائے ربانی کی ایک لازمی شناخت یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کا فہم رکھتے ہیں۔ اور قرآن مجید ہی سے ہر روحانی و اخلاقی بیماری کا علاج تلاش کر سکتے ہیں بخلاف علماء سوء کے کہ وہ قرآن مجید کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ نہ قرآن مجید سے خود نصیحت حاصل کرتے نہ قرآن مجید کے ذریعہ دوسروں کو ہدایت و نصیحت کر سکتے ہیں۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ۝ (العنکبوت - ۴)	اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے سمجھانے کے لئے بیان فرماتے ہیں اور سمجھدار لوگ ہی ان کو سمجھتے ہیں۔

اور فرمایا

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ (ق - ۳)	اور اے رسول یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور تو انکو زبردستی مسلمان بنانیوالا ہی نہیں تجھکو تو یہی چاہئے کہ جو شخص ہمارے عذاب سے ڈرتا ہے اسکو قرآن مجید کے ذریعہ نصیحت کرے

اور فرمایا

اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الاعراف - رکوع ۱)	لوگو یہ قرآن جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اسکی پیروی کرو اور خدا کے سوا اپنے بنائے ہوئے کارسازوں کی پیروی نہ کرو مگر تم لوگ تو بہت ہی کم نصیحت یاب ہوتے ہو۔

اور فرمایا

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل - رکوع ۶)	اور اے رسول ہم نے تجھپر یہ قرآن اسلئے نازل کیا ہے کہ لوگوں کی طرف جو احکام بھیجے گئے ہیں تو انکو اچھی طرح سمجھا دے اور تاکہ وہ بھی ان باتوں کو سوچیں۔

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے قرآن مجید ہی کو علم فرمایا ہے جیسا کہ اوپر کی فصل میں سورہ بقر رکوع ۱۴ کی آیت وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ الخ نقل ہو چکی ہے پس جو قرآن مجید سے تعلق نہیں رکھتا وہ عالم کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔

صحیح نسائی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "سب آدمیوں سے بدتر وہ فاجر آدمی ہے جو قرآن مجید کو پڑھتا ہے مگر اس کے احکام میں غور و فکر نہیں کرتا"۔

علماء سوء کا عام طور پر یہ مقولہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید بھلا کسی کی سمجھ میں آسکتا ہے قرآن مجید کے سمجھنے کو تو بہت سے دوسرے علوم میں اول دستگاہ کامل حاصل کر لینے کی ضرورت ہے پھر بھی ہر ایک عالم کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۔ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (الکہف - ۱)	ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے اپنے بندہ پر قرآن نازل کیا اور اسمیں کسی طرح کی کجی نہیں رکھی بالکل سیدھی بات ہے تاکہ خدا کی طرف سے جو عذاب شدید کا فرونکو ہونیوالا ہے اس سے ڈرائے اور مومنونکو خوشخبری سنائے۔

اور فرمایا

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۔ (القمر - رکوع ۱)	اور البتہ ہمنے قرآن مجید کو لوگوں کے نصیحت حاصل کرنیکے لئے آسان کر دیا ہے پس کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے۔

خدائے تعالیٰ کے کلام میں بغیر تاکید کے بھی کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس آیت میں تو کئی تاکیدیں موجود ہیں تاکہ قرآن مجید کے آسان ہونےمیں کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہ سکے اور للذکر فرما کر کسی کے لئے یہ کہنے کا موقع بھی باقی نہیں رکھا کہ صرف حفظ یاد کرنے کے لئے آسان ہے سمجھنے کے لئے آسان نہیں۔ چونکہ اس مضمون کی آیات پہلے بیان ہو چکی ہیں لہذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

حضرت مولانا ولایت علی صاحب عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اول سید صاحب بریلوی نے اپنے ایک رسالہ میں قرآن مجید کے آسان ہونیکے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اسکا ترجمہ بطور خلاصہ ذیل میں درج کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ

"قرآن مجید آنحضرت صلعم اور اُن کے اصحاب کرامؓ پر نازل ہوا تھا اور یہ امی تھے اور یہی امّی یعنی اَن پڑھ لوگ مخاطب بالذات تھے باقی لوگ تو ان کے تابع اور طفیلی ہیں اور قرآن مجید کی سب مثالیں اور محاورات عرب کے امیوں کے عرف و عادت کے موافق ہیں اور قرآن مجید کے ساتھ کوئی تفسیر نہیں اتری تھی۔ پس اگر اَن پڑھ لوگوں کی سمجھ قرآن کے سمجھنے میں کفایت نہیں کرتی تو صحابہؓ کیونکر اسکو سمجھتے اور حکم بجا لاتے تھے قرآن مجید کو مشکل کہنا آیت وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ کا منکر ہونا ہے۔ اللہ تعالےٰ اگلے زمانہ کے قاریوں پر رحمت کرے کہ قرآن مجید میں اعراب دیکر صرف و نحو سیکھنے کی حاجت رفع کردی اور جن لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے سے اسکے احکام کا بجالانا مقصود ہوتا ہے انکی نظر بے فائدہ باریکیوں کیطرف نہیں جایا کرتی۔ بعض لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے سے اپنے نفس کو باریکیاں نکالنے والے عالموں کے گروہ میں شامل کرنا مقصود ہوتا ہے عمل کرنا منظور نہیں ہوتا۔ دیکھو جب دنیا کے حاکموں کے پاس سے پروانہ آتا ہے تو باوجودیکہ اسکا ہر ایک لفظ بہت سی باریکیوں کا احتمال رکھتا ہے اور اس کے ہر ایک جملہ میں علمی باریکیوں کا ارادہ کیا جا سکتا ہے لیکن رعایا میں سے کوئی شخص خواہ پڑھا لکھا ہو یا امّی سوائے حکم دریافت کرنے کے دوسری طرف نظر نہیں کرتا کیونکہ مقصود اس پروانہ سے کام کا انجام دینا اسنے اپنے ذہن میں ٹھہرالیا ہے بخلاف شعر اور غزل کے کہ اس سے کسی کام کا بجالانا مقصود نہیں ہے لہذا ذہین لوگ اسکی عبارت کی باریکیوں میں فکر دوڑاتے اور ایک کلمہ میں بہت سے مختلف معانی پیدا کرتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث کا ترجمہ اکثر زبانوں میں موجود ہے کہ غیر عرب لوگونکو الفاظ کے مطالب معلوم کرنیمیں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ دوسری کتابیں جیسے کافیہ، مطول، کفایہ، ہدایہ، قاموس، کشاف وغیرہ ان کے احوال میں اب ذرا غور و تامل کرنا چاہیئے کہ کسقدر ان کی عبارتیں متین اور اشارتیں دقیق ہیں کہ کامل طور سے ایک کتاب کے سمجھنے میں ایک آدمی کی عمر صرف ہو جاتی ہے

جیسا کہ جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن قیامت کے روز تو اسی کتاب وسنت کے متعلق سوال ہوگا دوسری کتابوں کے متعلق نہیں ہوگا۔ یاد رکھو کہ دوسری کتابوں کا دیکھنا یا تو منع ہے یا منفعت سے خالی ہے انسان کو چاہئے کہ علم ضروری اور غیر ضروری میں فرق اور اعلیٰ کو ادنیٰ سے جدا کرکے جو ضروری اور اعلیٰ ہو اس کو پہلے اختیار کرے بعد اس کے اگر وقت اور موقع پائے تو جس کتاب کی طرف اسکی طبیعت مائل ہو اسکی سیر کرنیمیں مشغول ہو۔"

علماء سوء ہمیشہ قرآن مجید سے کتراتے اور قصے کہانیوں جھوٹی روایتوں یا اپنے بزرگوں اور استادوں کے اقوال کو کتاب وسنت پر ترجیح دینے کے عادی ہوتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "میں نے تم میں دو واعظ چھوڑے ہیں ایک خاموش یعنی موت اور دوسرا گویا یعنی قرآن مجید" قرآن مجید سے ہجر اور بے تعلقی اختیار کرلینے کے سبب صرف یہی نہیں کہ فہم قرآن کی صلاحیت کھو دیتے ہیں بلکہ وہ قرآن مجید کے مخالف بھی ہو جاتے ہیں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ط (الکہف - ۸)	ہم ہی نے انکی بداعمالیوں کے سبب ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ یہ کلام الٰہی کو سمجھ نہ سکیں اور انکے کانوں میں ایک طرح کی گرانی پیدا کردی ہے کہ اسکو سن نہ سکیں اور اگر تو انکو اس ہدایت کی طرف بلائے تو یہ کبھی ہدایت یاب ہونیوالے نہیں۔"

اور فرمایا

وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ (الاحقاف - رکوع ۲)	اور جب قرآن مجید کے ذریعہ یہ لوگ ہدایت یاب نہ ہوئے تو اب یہی کہینگے کہ یہ تو ایک قدیمی جھوٹ ہے۔
بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ط (یونس - ۴)	بلکہ یہ لوگ اس چیز کو جھٹلانے لگے جس کے سمجھنے پر انکو دسترس نہ ہوئی اور ابھی تک اسکی تصدیق قبول کا موقع ہی انکو پیش نہیں آیا۔

علماء سوء عموماً قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے اور اپنے گلے اور خوش آوازی کی کمالات دکھانیکا ذریعہ تو قرآن مجید کو بنا لیتے ہیں لیکن اس کے معانی و مطالب اور

احکام کے سمجھنے اور ان احکام پر عمل کرنے سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور بعض اپنا وعظ شروع کرنے سے بیشتر کسی خوش الحان حافظ سے کوئی رکوع پڑھوا لیتے اور اسطرح سمجھ لیتے ہیں کہ ہمنے قرآن مجید کا حق ادا کر دیا۔ امام غزالی رحمہ نے کیمیائے سعادت میں ایسے لوگوں کی نسبت لکھا ہے کہ

"اے عزیز اس بات سے آگاہ ہو کہ جسنے قرآن مجید پڑھا اسکا بڑا درجہ ہے اُسی چاہئے کہ قرآن شریف کی عزت کا خیال رکھے ناشایستہ باتوں سے بچا رہے ورنہ معاذ اللہ اس بات کا خوف ہے کہ مبادا قرآن شریف اسکا دشمن ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میری امت میں منافق اکثر قرآن خواں لوگ ہونگے"۔ حضرت ابو سلیمان دارانی کا قول ہے کہ دوزخ کا فرشتہ سب فرشتوں کی نسبت مفسد قرآن خوانوں کو جلد پکڑیگا۔ توریت میں لکھا ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بندے تجھے شرم نہیں آتی کہ اگر تیرے بھائی کا خط تجھے پہونچے تو تو اگر راستے میں ہوتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے یا راستے سے الگ ہو بیٹھتا ہے اور اسکا ایک ایک حرف پڑھتا ہے اور اسمیں غور و تامل کرتا ہے اور یہ کتاب میرا خط ہے تجھے میں نے لکھا کہ تو اسمیں غور و تامل کر اور تو اس پر کاربند ہو مگر تو اس سے انکار کرتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اور پڑھتا بھی ہے تو غور و تامل نہیں کرتا حضرت حسن بصری رحمہ نے فرمایا کہ اگلے لوگ قرآن مجید کو جانتے تھے کہ حق تعالیٰ کے پاس سے یہ نامہ آیا ہے۔ رات کو اسمیں غور و تامل کرتے اور دن کو اسپر عمل کرتے تھے تم لوگوں نے اسکا پڑھنا پڑھانا تو اختیار کیا ہے اس کے حروف کے زیر و زبر کو بھی درست کرتے ہو۔ مگر اس پر عمل کرنے میں سستی کرتے ہو۔ الغرض قرآن شریف سے مقصود اصلی فقط پڑھنا ہی نہیں ہے بلکہ اسپر عمل کرنا ہے۔ پڑھنا یاد رکھنے کے لئے ہے اور یاد رکھنا عمل کرنے کے لئے جو لوگ پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے انکی مثال ایسی ہے جیسے کسی غلام کے پاس اس کے مالک کا پروانہ آئے اسمیں اس غلام کی نسبت

احکام لکھے ہوں وہ غلام بیٹھے اور اس پروانہ کو خوش آوازی سے پڑھے اس کے حروف خوب درست ادا کرے اور ان احکام میں سے جو اسمیں لکھے ہیں کچھ نہ بجالائے تو یقیناً وہ غلام عقوبت و عذاب کا مستحق ہے "

خوف و خشیتِ الٰہی اور علماء

انسان کو جسقدر صفات باریتعالیٰ کا علم ہوگا اسی قدر وہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کریگا صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخدا میں تمہاری نسبت خدا تعالےٰ سے زیادہ ڈرتا ہوں ع

ہر کہ عارف تر ست ترساں تر

قرآن مجید میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (اس آیتہ کا ترجمہ وحوالہ اوپر آچکا ہے) دوسری جگہ بہشت کو ڈرنے والوں ہی کا حصہ بتایا اور فرمایا کہ

ذَالِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ (البینہ) | جنت اور رضائے الٰہی انکی لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

صفات باریتعالیٰ اور خدا کی ناراضی کے کاموں سے صحیح واقفیت اور گناہوں سے بچنے اور پرہیز کرنے کی استعداد اسی شخص میں پیدا ہوسکتی ہے جو قرآن مجید سے واقف ہے جسکو قرآن مجید سے تعلق نہیں وہ نہ عالم کہلایا جا سکتا ہے اور نہ اس کے دل میں خدا تعالےٰ کا خوف پیدا ہوسکتا ہے اور نہ اس کو گناہوں سے بچنے کی ہمت میسر ہوسکتی ہے جس کے دل میں قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد بھی خدا تعالےٰ کا خوف پیدا نہیں ہوا وہ حقیقتاً عالم کہلانیکا مستحق نہیں۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ

وہ شخص جسکا سینہ خدا تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھولدیا ہے اور وہ اپنے رب کی مشعل ہدایت کی روشنی میں چلتا ہے اس شخص کی برابر کیسے ہوسکتا ہے جو کفر کی تاریکیوں میں پڑا ہے پس ان لوگوں پر افسوس ہے جنکے دل ذکر اللہ یعنی قرآن مجید کیطرف سے غافل ہو کر سخت ہوگئے ہیں یہی لوگ ہیں جو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں اللہ نے بہت

رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ٥ (الزمر - رکوع ۳)

ہی اچھا کلام یعنی یہ کتاب جسکا نام قرآن مجید ہے اُتاری جسکی باتیں ملتی جلتی ہیں اور سمجھانیکے لئے بار بار دہرائی گئی ہیں جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں وہ اس کتاب کی باتوں سے ترساں و لرزاں ہو جاتے پھر انکے جسم اور دل نرم ہو کر کلام الٰہی کیطرف راغب ہو جاتے ہیں یہ قرآن ہدایت الٰہی ہے وہ اسکے ساتھ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ تعالےٰ گمراہ

اور فرمایا

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ (الحج - ۷)

اور اسلئے رسول خدا کو یہ منظور ہے کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ یہ قرآن برحق ہے جو تیرے خدا کیطرف سے نازل ہوا ہے اور اسپر ایمان لائیں اور انکے دل خدا کے آگے گڑگڑانے لگیں اور اسمیں شک نہیں کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو سیدھا راستہ دکھاتا رہتا ہے،

اور فرمایا

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ٥ (النور - رکوع ۷)

اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اسکی ناراضی سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ کامیاب و بامراد ہونگے

جس کے دل میں خدا کا خوف سب سے زیادہ ہوگا وہ کسی دوسرے سے نہ ڈریگا اور خدا کے حکم کی بجا آوری میں کسی دوسرے کے خوف کو ہرگز حائل نہ ہونے دیگا لہذا عالم ہی سب سے زیادہ اعمالِ صالحہ کا عامل ہوگا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ

"عالم وہ نہیں ہے جسنے لباس عالموں کا سا پہن لیا اور نام کا فاضل بن گیا ایسے لوگ تو سب لوگوں سے زیادہ خوفِ الٰہی سے کورے ہیں بلکہ ہماری غرض عالموں سے وہ لوگ ہیں جو خدا تعالےٰ اور اسکی نعمتوں اور افعال کو جانتے ہیں اور ایسے لوگوں کا وجود اب کم ہے اور اسی لئے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم سے کوئی سوال کرے کہ خدا تعالےٰ سے تم ڈرتے ہو یا نہیں تو اس کے جواب میں خاموشی اختیار کرو اسلئے کہ اگر کہو گے کہ نہیں ڈرتے تو کافر ہو جاؤ گے۔ اور اگر کہو گے کہ ڈرتے ہیں تو جھوٹے ہو گے اور

اسمیں یہ بھی اشارہ فرمایا کہ خوف وہی ہے جو اعضاء کو گناہوں سے روکدے اور طاعات کا پابند کردے اور جبتک تاثیر خوف کی اعمال میں نہوگی تو اسکا نام وسوسہ اور جنبش خاطر ہو سکتا ہے اسکو خوف کہنا زیبا نہیں اگر خوف میں عمل ہی نہ ہوا تو کوئی خوبی کی بات نہ ہوگی کیونکہ حقیقت میں تو نقصان ہے اور وجہ نقصان کی یہ ہے کہ منشا اس خوف کا جہل اور عاجزی ہے"

آگے چل کر امام صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ

" خدائے تعالٰے نے ہدایت اور رحمت اور رضا اور علم جو اہل جنت کے مقام ہیں ان چاروں کو خائفین کے لئے تین آیتوں میں بیان فرمادیا ہے چنانچہ ہدایت اور رحمت کو اس آیت میں کہ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ۝ (الاعراف-۱۹) اور علم کو اس آیت میں کہ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (فاطر-۴) اور رضا کو اس آیت میں کہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ (البینہ) علاوہ ازیں جو کچھ فضیلت علم میں وارد ہے اس سے فضیلت خوف بھی سمجھی جاتی ہے اس لئے کہ خوف علم کا ثمرہ ہے"

خوف کے سبب جب انسان اپنے آپ کو بدعملی سے باز رکھتا ہے تو اس رکنے اور بچنے کا نام تقویٰ ہے یعنی تقویٰ خوف کا لازمی نتیجہ ہے اسی لئے تقوے کو اکرام و بزرگی کا موجب ٹھہرایا جیسا کہ فرمایا

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ط (الحجرات-۲)	اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو تم میں بڑا متقی ہے۔

اور اسی لئے حکم دیا کہ اِتَّقُوا اللّٰهَ اور فرمایا کہ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (اگر تم مؤمن ہو تو مجھسے ڈرتے رہو) یہاں خوف کو شرط ایمان قرار دیا جسطرح عالموں کے لئے خوف خدا کو لازمی شرط قرار دیا اسی طرح عالموں کے وعظ و نصیحت سے نصیحت یاب ہونے اور نیکی و ہدایت کیطرف متوجہ ہونیوالوں کا نشان بھی خوف خدا ہی قرار دیا چنانچہ فرمایا۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ سَيَذَّكَّرُ	پس جبکہ تو سمجھے کہ نصیحت کرنا نفع پہنچاتا ہے تو نصیحت کرتا

مَنْ یَّخْشٰی ۵ (الاعلیٰ)	رجو خدا سے ڈرتا ہے وہی نصیحت یاب ہوگا۔

اور فرمایا

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی (النازعات ۱)	بیشک جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اس کو اس میں بڑی عبرت ہے

حضرت فضیل رحمہ کا قول ہے کہ "وہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے یہ اللہ کا خوف اسکو ہر طرح کی بہتری سوجھا دیتا ہے" حضرت شبلی رحمہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہوں تو میرے سامنے ایک دروازہ حکمت وعبرت کا ایسا کھل جاتا ہے جو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا" ابن حبان نے حضرت ابوامامہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ من خاف اللہ تعالیٰ خافه کلّ شیٔ ومن خاف غیر اللہ خوّف اللہُ من کلّ شیٔ (جو شخص اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے اس سے ہر ایک چیز ڈرتی ہے اور جو شخص غیر اللہ سے ڈرتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے ڈراتا ہے)

مذکورۂ بالا تمام بیان سے ثابت ہوا کہ خدا تعالےٰ کی ناراضی کے کاموں سے بچنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے اور عالم کو سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہونا چاہیے۔ لیکن جو شخص کبر و نخوت۔ جاہ پرستی۔ زرطلبی۔ بدگوئی۔ دروغگوئی اور فریب بازی میں مبتلا اور بندۂ دینار و غلام شکم ہو اور حسد و ریا کی پلیدیوں میں گرفتار ہو اور کتاب الٰہی سے لوگوں کو دور و مہجور رکھنا چاہتا ہو وہ ہرگز ہرگز علمائے ربانی میں شمار نہیں ہو سکتا۔ علمائے حق اور علمائے سوء کے بعض صفات اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اسجگہ میں رسالہ پیام اسلام جالندھر کے ایک سلسلۂ مضامین کا ایک حصہ رسالۂ مذکور کے اکتوبر و نومبر ۱۹۳۵ء کے دو نمبروں سے نقل کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ حضرت مولینا عبد الحق عباسی مدیر رسالہ مذکور اور جناب افضل میرزا صاحب بی۔ اے جن کے قلم سے یہ قیمتی مضمون نکلا ہے میری اس حرکت کو ناجائز قرار نہ دینگے وھو ھذا۔

"آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اشد الناس عذابًا یوم القیامۃ عالمٌ لا ینفعهُ اللہُ بعلمه۔ یعنی قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ملیگا جسے اللہ تعالےٰ نے علم سے فائدہ نہیں دیا اور حضورؐ نے فرمایا ہے مَنِ ازداد علمًا وّلم یزدد ھدًی لم یزدد من اللہِ اِلّا بُعدًا۔ یعنی جس شخص نے اپنا علم زیادہ کیا مگر ہدایت میں زیادتی

حاصل نہ کی تو اسے اللہ تعالیٰ سے زیادہ دوری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور جان لے کہ جسوقت عالم علم میں غور و خوص کرتا ہے اسوقت سلامتی سے محروم کیا جاتا ہے یعنی یا تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے یا ابدی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت خلیل بن احمد رحمہ فرماتے ہیں کہ آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) وہ آدمی جو جانتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے پس یہ شخص عالم ہے اسکی اتباع کرو (۲) وہ آدمی جو جانتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے یہ شخص سویا ہوا ہے اسکو جگادو (۳) وہ آدمی جو نہیں جانتا اور جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا یہ شخص طالب ہدایت ہے اسکی رہنمائی کرو (۴) وہ آدمی جو نہیں جانتا اور نہیں جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا پس یہ شخص جاہل ہے اس سے پرہیز کرو اور حضرت سفیان رحمہ فرماتے ہیں کہ علم عمل کے لئے پکارتا ہے۔ اگر کسی نے قبول کر لیا تو فبہا ورنہ چل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔ یعنی اے محمدؐ ان لوگوں کو اس شخص کی خبر سنائیے جسے ہم نے اپنی نشانیاں دیں مگر وہ ان میں سے صاف نکل گیا۔ اور علمائے آخرت وہ لوگ ہیں جو دین کے بدلے دنیا نہیں کھاتے اور دنیا کے عوض میں آخرت کو نہیں بیچتے کیونکہ انھیں آخرت کی عزت اور دنیا کی ذلت کا حال معلوم ہوتا ہے اور جو شخص دنیا اور آخرت کے فرق اور تضاد اور اسکی ضرر رسانی کو نہیں جانتا ایسا شخص ہرگز عالم نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی شخص اس سے انکار کرے تو سمجھ لو کہ اس نے اس چیز کا انکار کیا جس پر قرآن شریف، احادیث نبوی، تمام آسمانی کتابیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے اقوال دلالت کرتے ہیں اور جس شخص کو اس بات کا علم ہے مگر اسپر عمل نہیں کرتا تو ایسا شخص شیطان کا اسیر ہے جسے اسکی خواہشات اور اسکی بدبختی کے غلبہ نے ہلاک کر دیا ہے اور جسنے انکا اتباع کیا وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ بھلا ایسے لوگوں کا علماء کے گروہ میں کیسے شمار ہوسکتا ہے؟

حضرت داؤد علیہ السلام کی مناجات میں لکھا ہے "کیا تو جانتا ہے کہ میں ایسے علماء سے کیا سلوک کرتا ہوں جو اپنی خواہشات کو میری محبت پر ترجیح دیتے ہیں وہ میری مناجات کی لذت سے محروم کر دئے جاتے ہیں۔ اے داؤد! مجھ سے ایسے عالم کے بارے میں ہرگز سوال نہ کر جسکو دنیا کی محبت نے متوالا کر دیا ہے۔ ایسا شخص تجھے میری محبت کے راستے

سے ہٹا دیگا یہی لوگ بندوں کے راہزن ہیں۔ اے داؤد! جب تو کسی طالب کو دیکھے تو اس کی خدمت کرنے داؤد! جو شخص مجھ سے بھاگے ہوئے کو میری طرف لے آتا ہے میں اسکا نام شہیدوں کے زمرے میں لکھتا ہوں اور جسے میں شہید لکھدوں اسے دائمی آگ کے عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ اور اسی طرح حضرت حسنؓ نے فرمایا ہے کہ علماء کی سزا ان کے دل کی موت ہے اور دل کی موت عمل آخرت کے بدلے دنیا کا طلب کرنا ہے۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اِذَا رَاَیْتُمُ الْعَالِمَ مُحِبًّا لِلدُّنْیَا فَاتَّھِمُوْہُ عَلٰی دِیْنِکُمْ فَاِنَّ کُلَّ مُحِبٍّ یَخُوْضُ فِیْمَا اَحَبَّ ۔ یعنی جب تم کسی عالم کو دنیا کی محبت میں گرفتار دیکھو تو اسکو اپنے دین پر متہم کرو۔ کیونکہ تمام چاہنے والے اسی چیز میں منہمک رہتے ہیں جس سے ان کی محبت ہوتی ہے اور حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ دنیا پرست علماء کو یہ کہا کرتے تھے کہ " اے اہل علم! تمہارے محلات قیصری ہیں۔ تمہارے مکانات کسروی ہیں۔ تمہارے دروازے ظاہری ہیں۔ تمہارے اخفاف جالوتی ہیں۔ تمہاری سواریاں قارونی ہیں۔ تمہارے برتن فرعونی ہیں۔ تمہاری سوگواریاں جاہلانہ ہیں اور تمہارے مذاہب شیطانی ہیں۔ لیکن شریعت محمدی کہاں ہے؟" اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

وراعی الشاۃ یحمی الذئب عنہا ۔۔۔۔ فکیف اذا الرعاۃ لہا ذئاب

ترجمہ: چرواہا بکریوں کو بھیڑیے سے محفوظ رکھتا ہے لیکن جب گڈریے خود ہی بھیڑئے بن جائیں تو بکریوں کا کیا حال ہو اور کہا گیا ہے ؎

یا معشر القراء یا ملح البلد ۔۔۔۔ ما یصلح الملح اذ الملح فسد

ترجمہ: اے گروہ علماء اور شہر کے نمکو! (رہنماؤ) جب نمک یعنی رہنما ہی خراب ہو جائے تو اسکی اصلاح کون کریگا"۔ اور جان لے کہ دیندار کو چاہیئے کہ کھانے، پینے، پہننے، رہنے سہنے اور دنیاوی معاش کے تمام کاموں میں اعتدال او میانہ روی اختیار کرے تعیش اور آرام پسندی کیطرف مائل نہ ہو اور اسطرف مبالغہ نہ کرے جیسا کہ اس کے ترک کرنے میں مبالغہ کرنا نہیں چاہیئے۔ اور مناسب ہے کہ سلاطین اور دنیاداروں کے اختلاط اور میل جول سے پرہیز کرے اور حتی الامکان فتنہ وفساد سے بچے"۔ (ختم ہوا اقتباس رسالہ پیام اسلام کا)

وعظ و نصیحت کا معاوضہ اور علماء

دنیا میں حقیقی واعظ تو انبیاء علیہم السلام ہی تھے انکو خدائے تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی کے لئے مبعوث فرمایا اور سب سے بڑے اور کامل واعظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپؐ کے بعد آپ کی امت کے ہر فرد پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے بالخصوص علمائے اسلام کا کام ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ٹھہرا دیا گیا ہے جیسا کہ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (ال عمران۔ رکوع ۱۱) سے ثابت ہے اور اسی لئے علماء کو وارث انبیاء کہا گیا۔ لہذا ہم کو سب سے پہلے یہ سوچنا اور غور کرنا چاہیئے۔ کہ خدائے تعالیٰ نے خود انبیاء علیہم السلام اور ان کے حقیقی و اصلی کام وعظ و تذکیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے کون کون سی خصوصی ہدایات فرمائیں۔ انھیں ہدایات کو مدنظر رکھنا ہر عالم کے لئے بھی یقیناً لازمی ہوگا۔ جب غور و تامل کیا جاتا ہے تو ایک خصوصی ہدایت قریباً تمام پیغمبروں کو خدائے تعالیٰ نے بڑے شد و مد کیساتھ فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ وعظ و پند اور نصیحت گری کا ہرگز کوئی معاوضہ طلب نہ کیا جائے اس لئے کہ نصیحت اور وعظ و پند کو سب سے زیادہ بے اثر اور بے نتیجہ بنانیوالی چیز واعظ یا پند گو کا اجرت وعظ طلب کرنا ہے جو ناصح اپنی نصیحت گری میں خود اپنی غرض بھی شامل رکھتا ہو اسکی نصیحت کو فطرتِ انسانی قبول کرنے سے ہمیشہ انکار کر دیتی ہے پس فطرت انسانی کے خالق نے سب سے پہلے وعظ و نصیحت کی اجرت کو حرام اور ممنوع قرار دیکر انبیاء علیہم السلام سے پہلے اسی کا اعلان کرا ضروری سمجھا۔ چنانچہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ (الفرقان۔ رکوع ۵)

اے رسول ان لوگوں سے کہدے کہ میں تم سے اس نصیحت کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا میں اگر چاہتا ہوں تو یہی کہ تم میں سے جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کر لے۔

پھر فرمایا کہ

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ط اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۵ (السبا - ۶)

اے رسول لوگوں سے کہدو کہ میں نے تم سے اس تبلیغ رسالت پر کچھ مزدوری طلب کی ہو تو وہ تم اپنے پاس رکھو یعنی میں کوئی معاوضہ نہیں چاہتا میرا معاوضہ تو اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز کا شاہد حال ہے۔

پھر فرمایا کہ

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط (الشورٰی - رکوع ۳)

اے رسول ان قریش مکہ سے کہدو کہ میں اس تبلیغ احکام الٰہی کا تم سے کوئی معاوضہ تو مانگتا ہی نہیں مگر رشتہ ناطے کی محبت تو قائم رکھو

پھر فرمایا کہ

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ ۵ (ص - ۵) پھر فرمایا کہ وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۵ (یوسف - ۱۱)

اے رسول ان لوگوں سے کہدو کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت اور نصیحت کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ مجھکو تکلف کرنا آتا ہے، اور اے رسول تو ان سے کچھ معاوضہ بھی طلب نہیں کرتا یہ قرآن جو تو سناتا ہے دنیا جہان کے لئے سراسر نصیحت ہی ہے"

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنے زمانہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے اعلان کیا کہ۔

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۵ (الشعراء - ۶)

لوگو! میں اس وعظ و پند کا کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتا میری اجرت تو بس اللہ رب العالمین ہی پر ہے۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام کے اس اعلان کا دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ۔

فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ط اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۵ (یونس - رکوع ۸)

لوگو! اگر تم میرے سمجھانے سے منہ موڑ بیٹھے تو میں نے تم سے کچھ مزدوری تو مانگی نہ تھی میری مزدوری تو خدا ہی کے ذمہ ہے اور اسی کی طرف سے مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرمانبرداروں میں شامل رہوں۔

پھر ہود علیہ السلام نے بھی یہی اعلان کیا کہ

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۵ (الشعراء رکوع ۷)

اور میں اس نصیحت گری کی تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میری اجرت تو پروردگار عالم ہی کے ذمہ ہے۔

پھر حضرت ہود علیہ السلام کے اس اعلان کا دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ۔

يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (ہود - رکوع ۵)	اے میری قوم اس وعظ و نصیحت کے عوض میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا میری مزدوری تو اس خدا کے ذمہ ہے جس نے مجھکو پیدا کیا ہے کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے

اسی طرح صالح علیہ السلام، لوط علیہ السلام، شعیب علیہ السلام نے بھی انہیں الفاظ میں اعلان کیا جسکا ذکر سورۂ شعراء کے آٹھویں نویں اور دسویں رکوع میں موجود ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وعظ و پند کی اجرت طلب کرنا انبیاء کی متفقہ سنت کے خلاف اور حرام ہے۔

کتب احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بعض اوقات بعض صحابہ کرامؓ سے صرف اسبات پر بیعت لی کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرینگے یعنی کوئی چیز نہ مانگینگے صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ اللہ پاک ہے پاک ہی کو قبول کرتا ہے ناپاک کو قبول نہیں کرتا اسنے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے کہ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ پھر مومنوں کو حکم دیا کہ یٰاَیُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ پھر حضرت صلعم نے ایک شخص کا ذکر کیا کہ وہ لمبا سفر کرتا ہے بیفائدہ پھیلا کر گرد آلود رہتا ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یا رب یا رب پکارتا ہے حالانکہ اسکا کھانا حرام ہے اور پینا حرام ہے۔ کپڑا حرام اور غذا حرام اب بتاؤ اسکی دعاء کیونکر قبول ہو۔ "مسند امام احمدؒ میں ابن مسعودؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ "جب کوئی بندہ مال حرام کھا کر صدقہ دیتا ہے تو وہ قبول نہیں ہوتا یا خرچ کرتا ہے تو اسمیں برکت نہیں ہوتی اور اگر چھوڑ جاتا ہے تو جہنم کے لئے توشہ ہوتا ہے۔ بدی کو بدی نہیں مٹاتی بلکہ نیکی بدی کو مٹاتی ہے اور ناپاک سے ناپاک محو نہیں ہوتا" دارمی میں جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک حدیث منقول ہے کہ "جو گوشت حرام سے پیدا ہوتا ہے وہ بہشت میں نہ جائیگا ہر ایک گوشت جو حرام سے پیدا ہوتا ہے آگ ہی اس کی زیادہ مستحق ہے"

علماء اور واعظ لوگ عام طور پر مذکورہ مضمون کی حدیثیں سنا سنا کر دوسرے لوگوں کو تو حرام مال کھانے سے ڈراتے رہتے ہیں لیکن وہ خود کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ہم جو اپنی وعظ گوئی کی اجرت لوگوں سے طلب کرتے ہیں یہ قطعی اور یقینی طور پر حرام ہے ہمارا

قیامت کے دن کیا حال ہوگا۔ اس طرح اپنے طرز عمل سے ایک طرف احکام شرع کو بے اثر بناتے اور دوسری طرف لوگوں کی نگاہ میں حرام کو حلال بتا کر دوسروں کو بھی اس حرام خوری کی ترغیب عملی طور پر دیتے رہتے ہیں۔ ایسے علماء مر جاتے ہیں مگر ان کے گناہ کا سلسلہ باقی رہتا ہی ہے یہ لوگ اگر مرتے وقت اس حرام خوری سے توبہ بھی کریں تو ان کے لئے زیادہ نافع نہیں اس لئے کہ ان کی مرتے وقت کی توبہ سے اس برائی کا جو انھوں نے لوگوں کو غلط راستہ پر ڈال کر کی ہے انسداد نہیں ہوتا وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ (یٰسٓ۔۱) میں آثار سے اسی قسم کے گناہ مراد ہیں بیہقی نے شعب الایمان میں ایک حدیث درج کی ہے کہ "رزق حلال کا کمانا نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کی فرضیت کے بعد ہر اس شخص پر فرض ہے جو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے روزی کمانے کا محتاج ہو"۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ "جو شخص لوگوں سے اس لئے سوال کرتا ہے کہ اسکا مال بڑھے وہ گویا آگ کے انگارے مانگتا ہے" (یہ حدیث ان لوگوں کے لئے خصوصیت سے قابل توجہ ہے جو بلا ضرورت بھی اپنے آپ کو ضرورتمند ظاہر کر کے لوگوں سے مالی امداد طلب کرتے رہتے ہیں خواہ وہ مدارس یا انجمنوں کے ناموں کو کشکول گدائی بنانیوالے ہوں یا اخباروں اور رسالوں کے ناشر و مہتمم ہوں) صحیح نسائی میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جو کوئی اسبات کا ذمہ دار ہو کہ وہ لوگوں سے کوئی سوال نہ کریگا تو میں اسکے لئے جنت کا ذمہ دار ہوتا ہوں"۔

مذکورۂ بالا تمام آیات و احادیث سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ عالم کے لئے بے طمع اور حب مال سے پاک و صاف ہونا بیحد ضروری ہے۔ جو شخص دنیا کی طمع اور مال کی محبت میں گرفتار ہے وہ ہرگز ہرگز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا نہیں کر سکتا۔ ایسا شخص نہ امیروں کو کہ وہی زیادہ بداعمال ہوتے ہیں نصیحت کر سکتا ہے نہ غریبوں کو راہ راست پر لا سکتا ہے۔ علمائے حق جو بے طمع اور رضائے الٰہی کے خواہاں ہوتے ہیں وہی نصیحت گری و رہبری کا حق بخوبی ادا کر سکتے ہیں مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید تخت خلافت پر فائز ہونے سے پہلے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ

علیہ سے انتہائی محبت ودوستی اور مواخات کے تعلقات رکھتا تھا جب ہارون الرشید خلیفہ بنگیا تو حضرت ثفیان ثوری رحمہ نے اس سے ملاقات ترک کردی۔ ہارون رشید ان کی ملاقات اور اُن سے حدیث سننے کا مشتاق تھا چنانچہ اس نے حضرت ثفیان رحمہ کی خدمت میں خط بھیجا کہ آپ نے محبت ومواخاۃ کو کیوں فراموش کردیا اگر بار سلطنت میری گردن پر نہ آپڑا ہوتا تو میں خود حاضر خدمت ہوتا۔ جو لوگ میرے پاس مبارکباد دینے کو آئے ہیں نے ان کو مالا مال کردیا۔ آپ قدم رنجہ فرمائیے اور مجھے مسرور و شاد کام بنایئے“

جب قاصد یہ خط لیکر کوفہ میں پہنچا تو حضرت ثفیان ثوری رحمہ نے خط کی پشت پر یہ جواب لکھواکر قاصد کو رخصت کیا کہ ”ہاروں تجھے معلوم ہو کہ میں نے تجھ سے دوستی اور ملاقات ترک کردی اور میں تیری دوستی سے بیزار ہوا اس لئے کہ تو نے آپ اپنے اوپر مجھکو گواہ کیا کہ تو نے مسلمانوں کے بیت المال کا روپیہ غیر مستحق لوگونکو دیا۔ یاد رکھہ کہ میں قیامت کے دن خدائتعالیٰ کی جناب میں تیرے خلاف اس بات کی گواہی دونگا کہ تو نے مسلمانوں کا روپیہ ان کی رضامندی کے بغیر خرچ کیا۔ پس اے ہاروں تو قیامت کے دن کی جوابدہی کے لئے تیار ہوجا۔ اے ہاروں تجھ سے اب علم و زہد کی حلاوت اور قرآن کی لذت سلب ہوگئی ہے اور تو اس بات پر راضی ہوگیا کہ ظالموں کا پیشوا نے۔ اے ہاروں خدا سے ڈر اور رعیت کی رعایت کرنے میں کوشش کر آنحضرت صلعم کی امت کی حفاظت کر اور سرداری کو سنوار کہ سلطنت دست بدست چلی آتی ہے اگر اوروں کے پاس باقی رہتی تو تجھ تک نہ پہونچتی۔ اب اس کے بعد مجھے خط نہ لکھنا“ ہارون الرشید نے یہ خط پڑھا اور زار و قطار رونے لگا اور جب تک زندہ رہا اس خط کو اپنی پاس رکھا اور بار بار اسکو پڑھا کرتا تھا۔ بعض علمائے ربانی کا قول ہے کہ رعیت کی بداعمالی بادشاہوں اور رئیسوں کی بداعمالی سے وابستہ ہے اور بادشاہوں اور حاکموں کی بداعمالی علماء کے بداعمال ہوجانے کے سبب سے ہوتی ہے اور علماء کی بداعمالی کا سبب حُبّ جاہ اور حبّ مال ہے جب عالم پر دنیا کی محبت غالب ہوگی تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قابل نہ رہیگا،

نقل ہو کہ حذیفہ مرعشیؒ نے یوسف بن اسباط کو لکھا کہ "میں نے سنا ہے کہ تم دودھ والے کے پاس گئے اور کہا کہ اس قدر دودھ کتنے کو بیچتا ہے اس نے کہا کہ آٹھ پیسے کو۔ تم نے کہا کہ چھ پیسے کو دیدے اور وہ تم کو پہچانتا تھا کہ تم عالم ہو چنانچہ اس نے چھ پیسے میں دیدیا اور تم نے دو پیسے کی رعایت اپنے عالم ہونیکی وجہ سے کرالی یہ تو مانگنا اور سوال کرنا ہوا یہ دین کا نقصان ہے ہوشیار ہو جاؤ کہ کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ"۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ نے علم دین سکھانے اور نمازوں کی امامت کی اجرت لینے کے متعلق جو کچھ تصریح فرمائی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ "اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اجرت ملے تو امامت کرے اور نہ ملے تو ترک کردے تو اسکا اس طرح علم دین سکھانا اور امامت کرنا مردود اور مستوجب عذاب ہے اس لئے کہ علم دین فرض ہو اور فرض کے ادا کرنے پر اجرت لینی درست نہیں اسمیں نماز روزہ اور علم دین سکھانے اور وعظ کہنے والے سب شامل ہیں لیکن لڑکوں کے پڑھانیوالے جو نوکر ہوتے ہیں وہ اس گروہ میں شامل نہیں اس لئے کہ وہ صبح سے شام تک اپنے گھر سے جدا ہو کر اور اپنی معاش کا کاروبار چھوڑ کر اس کام میں جانفشانی کرتے ہیں اور بکریوں کے چرواہے کی طرح لڑکوں کو گھیر کر جمع رکھتے ہیں"۔

جسطرح عبادتوں کی اجرت لینی ناجائز ہے اسی طرح گناہوں اور حرام چیزوں کے ترک کرنے کی اجرت لینی بھی جائز نہیں لیکن اکثر عالموں کو دیکھا اور سنا گیا ہو کہ جبتک قضا اور افتا کے منصب پر فائز تھے گانا اور باجا سننے سے مجتنب تھے جب اس عہدے سے جدا ہوئے تو گانے بجانیکا وہ پرہیز توڑ دیا۔

حضرت امام غزالی رحمہ نے ایک حدیث کیمیائے سعادت میں درج کی ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "وہ علماء حق تعالیٰ کے بڑے دشمن ہیں جو امراء کے پاس جائیں اور بہترین امراء وہ ہیں جو علماء کے پاس جائیں"۔

پھر فرمایا کہ "علماء پیغمبروں کے امانتدار ہیں جب تک کہ سلاطین سے میل جول نہ کریں جب سلاطین سے میل جول کیا تو امانت میں خیانت کی تم اس بات سے بچتے رہنا"۔

صحف الغزالی میں امام غزالی رحمہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے خدا کی خوشنودی کے لئے علم حاصل کیا اور پھر اس کے ذریعہ سے دنیا کمانے لگا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکیگا" حضرت عبادہ بن صامت رضہ کا قول ہے کہ عالموں اور زاہدوں کا تونگروں کے ساتھ دوستی کرنا ریا کی دلیل ہے حضرت محمد بن سلمہؓ کا قول ہے کہ جو مکھی انسان کی نجاست پر بیٹھی ہو وہ ان عالموں سے بہتر ہے جو بادشاہ کے درِ دولت پر حاضر ہوتے ہوں۔ اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک جب مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت ابوحازم رحمہ کو جو علمائے کبار میں سے تھے بلایا اور پوچھا کہ اسکا کیا سبب ہے کہ ہم لوگ موت سے ناخوش ہوتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ "تم لوگوں نے دنیا کو آباد کیا ہے اور عقبیٰ کو ویران کردیا ہے جب کسیکو آبادی سے ویرانہ کی طرف جانا پڑتا ہے تو وہ ناخوش ہوتا ہے" حضرت سفیان ثوری رحمہ کسی سے کچھ نہ لیتے اور فرماتے کہ "اگر میں یہ جانتا کہ یہ زبان پر نہ لائیگا تو لے لیتا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ڈینگ ماریگا اور احسان جتائیگا کہ میں نے فلاں شخص کو فلاں چیز یا اسقدر روپیہ دیا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی ہے کہ "یارب کسی فاجر کو یہ قدرت نہ دے کہ مجھپر احسان کرے اسلئے کہ میرا دل احسان کیوجہ سے اسے دوست رکھیگا" حضرت امام غزالی رحمہ فرماتے ہیں کہ "سوال کرنا فواحش میں داخل ہے اور فواحش بلا ضرورت حلال نہیں ہوتے۔ سوال منجملہ فواحش اس لئے ہے کہ اسمیں تین برائیاں ہیں۔ ایک مفلسی کا اظہار کرنا کہ یہ خدا کی شکایت ہے اس لئے کہ غلام اگر غیر سے کچھ مانگے تو یہ آقا پر طعن ہے۔ دوسری برائی یہ ہے کہ اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے اور مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ تیسری برائی یہ ہے کہ دوسرے کو رنج دیتا ہے ممکن ہے کہ وہ شرم و ندامت کے سبب کچھ دیدے لیکن دل میں ملول و رنجیدہ رہے لہذا صراحتہً نہ کہے کنایتہً کہے کہ جس سے کہتا ہے وہ اگر تجاہل عارفانہ کرنا چاہے تو کرسکے" جب یہ معلوم ہو جائے یا دل گواہی دے کہ جو شخص دیتا ہے کراہت سے دیتا ہے تو اسکا لینا حرام ہے۔ غرض سوال کرنا حرام ہے مگر شدید حاجت کے واسطے درست ہے۔ شان و شوکت بڑھانے اچھا کھانے اچھا لباس پہننے کے واسطے سوال کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ جو شخص اپنا تمام یا زیادہ

وقت عبادت میں صرف کرنا اور بہ سبب افلاس ومحتاجی اپنی روزی کے لئے سوال کرتا ہے اسکو چاہئے کہ فرض عبادت کے سوا پہلے اپنی روزی کے لئے کسب یا محنت مزدوری کرے اور سوال سے بچے۔ جس شخص کے پاس ضرورت سے زیادہ کوئی سامان مثلاً لنگی۔ جانماز۔ برتن وغیرہ ہوں اس کے لئے بھی سوال حرام ہے اس لئے کہ پہلے اس سامان کو فروخت کرکے کھائے اور سوال نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو کوئی اپنے پاس کچھ رکھتا ہو اور سوال کرے وہ قیامت کے دن اس صورت سے آئیگا کہ اس کے چہرہ پر بالکل ہڈیاں ہی ہڈیاں ہونگی گوشت بالکل اتر گیا ہوگا۔

بعض پیشہ ور واعظ جنکو خواص کالعوام کہنا چاہئے عوام کالانعام کو اپنی چرب زبانی و بدیہہ گوئی اور اپنے جبہ وعمامہ سے مرعوب کرکے اور مجلس میں شرم دلاکر اور نہ دینے والوں کی تحقیر وتذلیل کے لئے حسب موقع تقریر کرکے اپنا نذرانہ طلب کرتے ہیں اور لوگوں کو محض شرم کیوجہ سے اپنی دلی خواہش کے خلاف ان کو کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑتا ہے اس طرح روپیہ وصول کرنے اور کسیکو جنگل میں پکڑکر زبردستی لوٹ لینے میں حقیقتاً فرق کچھ نہیں ہے اس لئے کہ جنگل میں ڈاکو کو جو کچھ دیا گیا وہ محض اسکی تلوار کے خوف سے بلا رضامندی دیا گیا اور اس پیشہ ور واعظ کو جو کچھ دیا گیا وہ بھی بلا رضامندی اس کی زبان درازی کے خوف سے دیا گیا۔

کبر وغرور اور علماء

کتاب وسنت ہی کا علم اگر فضل الٰہی شامل حال ہو یعنی علم کے ساتھ عمل بھی ہو تو انسان کو کبر وغرور سے محفوظ رکھ سکتا ہے ورنہ سب سے زیادہ عالم ہی کبر وغرور کی ہلاکت آفریں بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں چونکہ علمائے ربانی کا قحط ہے۔ اور علمائے سوء کی کثرت۔ لہٰذا اس زمانے میں عام طور پر علماء کبر وغرور کی نجاست میں آلودہ نظر آتے ہیں جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہوتی ہے اور عقبیٰ کیطرف

سے بے فکر ہو جاتا ہے وہ جوں جوں علم میں ترقی کرتا ہے اس کے دل کی بیماریاں بھی عموماً ترقی کرتی جاتی ہیں اور کبر و غرور عموماً سب سے زیادہ نشو و نما پاتا ہے، علم اگرچہ خود کبر و غرور کی بیماری کا علاج ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر-۴) سے ثابت ہے لیکن وہ علم حقیقی علم دین یعنی کتاب و سنت کا علم ہے لوگوں نے چونکہ صرف فقہ اور مبادیاتِ علم دین کو ہی علم دین سمجھ رکھا ہے اور فقیہہ و ادیب و منطقی و فلسفی کو ہی عالم کہا جاتا ہے لہذا سب سے زیادہ ایسے عالم ہی کبر و نخوت و پندار میں گرفتار نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ ظاہری طہارت یعنی جسم- لباس- جگہ اور پانی کی طہارت میں تو انتہا سے زیادہ احتیاط کرتے مگر دل کی پلیدی کے دور کرنے کی ان کو مطلق فکر نہیں ہوتی۔ نماز کی ظاہری صورت کے سنوارنے اور اپنے لباس کو شرع کے موافق بنانے میں تو بخوبی ہمت صرف کرتے ہیں لیکن دل کو خدا کی طرف متوجہ کرنے اور نماز کی اصل حقیقت کے پالینے کی کوئی پروا اور خواہش ان کو نہیں ہوتی۔ اپنے آپ کو مستحق عزت و تکریم سمجھکر دوسروں سے اپنے لئے خدمت و عاجزی کے متوقع رہتے اور اپنی فضیلت علمی کے اظہار و اعلان کو ضروری سمجھکر ہر شخص کے کلام کو رد کرنے اور مباحثہ و مناظرہ کی مجلس گرم کرنے اور کفر کے فتوے صادر کرنے پر ہمہ اوقات مستعد رہتے ہیں۔ نہ ان کے دلوں میں خدائے تعالےٰ کا خوف ہوتا ہے نہ صلاح و فلاحِ امت مسلمہ کی خواہش نہ روز جزا کی فکر۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۵ (القصص-رکوع ۹)	سعادت آخرت تو ہم ان لوگوں کیلئے مقرر کی ہے جو دنیا میں بڑائی اور جاہ نہیں ڈھونڈتے اور نہ فساد کے خواہاں ہیں اور انجام بخیر تو پرہیزگار دل ہی کا ہے۔

یہی کبر و غرور یہود و نصاریٰ کے علماء میں پیدا ہو گیا تھا جسکا ذکر اس آیت میں ہے کہ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى	یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مسلک کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا طریقہ کچھ نہیں حالانکہ دونوں فریق کتاب

شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط (البقرہ ۱۴)

الٰہی کے پڑھنے والے ہیں۔

پھر فرمایا کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ (البقرہ۔ رکوع ۲۵)

اور اے رسول کوئی شخص ایسا منافق بھی ہوتا ہے کہ جکی باتیں تمکو اس دنیا کی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنی محبت وارادت پر خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے حالانکہ وہ تیرے دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

اور فرمایا کہ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ط (المائدہ۔ رکوع ۳)

اور یہود اور نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔

قرآن مجید نے تو انسان کے اخلاق کو ایسے بلند مقام پر پہونچانا چاہا ہے کہ مشرکوں کے معبودان باطل کو بھی برا کہنے اور گالی دینے سے روکدیا اور نیک بندوں کی شناخت بتائی کہ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ (الفرقان۔ رکوع ۶)

اور خدائے رحمان کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں اور جب جاہل انسے جہالت کی باتیں کرنے لگیں تو انکو سلام کریں اور الگ ہو جائیں۔

اور فرمایا کہ بحث مباحثہ کی ضرورت پیش آجائے تو انتہائی نرمی اور خوش اخلاقی سے کام لینا چاہیے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل۔ رکوع ۱۶)

اے رسول تو لوگوں کو عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستے کیطرف بلا اور انسے بحث بھی کرنی پڑے تو ایسے طور پر کر کہ وہ لوگوں کو بہت ہی اچھی معلوم ہو۔

اور فرمایا کہ

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝

برائی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کرو جو بہت ہی پسندیدہ ہو اگر ایسا کروگے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تم میں اور جس شخص میں عداوت تھی،

(حم السجدہ - ۵) یکایک تمہارا دلسوز دوست بنجائیگا۔

اور دوسری طرف کافروں کی صفت بیان فرمائی کہ

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۝ (المؤمنون - ۴) | یقیناً ہماری آیتیں تمکو پڑھکر سنائی جاتی تھیں تو تم اکڑ اکڑ کر قرآن کو ایک قال لگی ٹھہراتے ہوئے بیہودہ بکواس کرتے ہوئے الٹے پاؤں بھاگتے تھے۔

اور فرمایا کہ

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (النمل - رکوع ۱) | اور باوجودیکہ ان کے دل ہماری آیات کا یقین کرچکے تھے مگر انھوں نے زبردستی اور شیخی کیوجہ سے ان کو نہ مانا پس اے رسول دیکھ مفسدوں کا کیسا برا انجام ہوا۔

اور فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ (النساء - ۶) | اللہ ان لوگونکو دوست نہیں رکھتا جو اتراتے اور بڑائی مارتے پھریں۔

سب سے پہلا گناہ اور سب سے پہلے خدا تعالیٰ کی نافرمانی جو ظہور میں آئی وہ تکبر ہی کا نتیجہ تھا یعنی ابلیس لعین نے محض کبر کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "خلق کو دو چیزوں نے ہلاک کیا۔ ایک ہوا و ہوس کی پیروی دوسرے اپنی ثنا و صفت کو دوست رکھنا"۔ علمائے ربانی کی ایک شناخت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کی مدح کرے تو وہ اس شخص کو اس کے حق سے زیادہ کچھ نہ دیں اور اگر کوئی ان کی مذمت اور ہجو کرے تو اس کے حق میں رتی برابر کمی نہ کریں۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم میں کوئی برائی یا عیب یا اسکی کوئی غلطی دیکھکر اسکو آگاہ کرے اور بتائے کہ آپ نے یہ غلطی یا گناہ کا کام کیا ہے تو وہ عالم آگ بگولا ہو جاتا اور کہتا ہے کہ تجھکو کیا حق ہے کہ ہمکو نصیحت کرے۔ ہم عالم ہیں تو جاہل ہے تو نے بہت بڑی گستاخی اور ہماری توہین کی ہے اور اپنی غلطی کی عجیب و غریب توجیہیں کرکے اس بیچارے کو شرمندہ کردیتا ہے خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ

وَاِذَا قِیۡلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتۡہُ الۡعِزَّۃُ بِالۡاِثۡمِ (البقرہ - ۲۵)	اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈر تو شیخی دامنگیر ہو کر اسکو گناہ پر آمادہ کرے۔

امام غزالی رحمہ لکھتے ہیں کہ "عالم جب اپنے آپ کو کمال علم سے آراستہ دیکھتا ہے تو اوروں کو اپنے مقابلے میں بہایم سمجھنے لگتا ہے اسپر تکبر کے غالب ہو جانیکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے اپنی خدمت۔ مراعات۔ تعظیم اور تکریم کی توقع رکھتا ہے اور اگر لوگ ایسا نہ کریں تو تعجب کرتا ہے اور اگر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا یا کہیں دعوت میں جاتا ہے تو احسان جتاتا ہے اور آخرت کے کاموں میں خدا کے نزدیک اپنے آپ کو اُن سے بہتر جانتا اور اپنی نجات کی قوی امید رکھتا اور کہتا ہے کہ سب میری دعا اور نصیحت کے محتاج ہیں میرے طفیل دوزخ سے نجات پائیں گے۔ اسیواسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آفۃ العلم الخیلاء یعنی اپنے آپ کو بڑا جاننا علم کی آفت ہے اور حقیقت میں ایسے عالم کو عالم کہنے کے مقابلے میں جاہل کہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ حقیقت میں عالم وہ شخص ہے جو آخرت کے خطرہ کو معلوم کرے اور صراط مستقیم کی باریکی کو پہچانے۔ وہ اس بات کے خوف سے کہ علم اس کے اوپر حجت اور دلیل ہوگا، تکبر میں مشغول نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جسقدر علم ترقی کرتا ہے درد و مصیبت میں بھی ترقی ہوتی ہے لیکن علم سیکھنے سے جو لوگونکا تکبر بڑھ جاتا ہے اس کے دو سبب ہیں، ایک تو یہ کہ علم حقیقی جو علم دین ہے اسے نہیں سیکھتے حساب۔ نجوم۔ ادب۔ مناظرہ اور مباحثہ وغیرہ کے علوم سیکھتے ہیں جن سے تکبر ہی بڑھتا ہے، علم فقہ و فتاویٰ بھی علم دنیا ہے اگرچہ دین کو اسکی احتیاج ہے مگر اس سے خوف الٰہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اگر آدمی صرف علم فتاویٰ میں اٹکا رہے اور دوسرے علوم سلوک و معرفت کو ترک کر دے تو سیاہ دل اور متکبر ہو جاتا ہے یہی حال خطباء و واعظین کا ہے ان کی مسجع و پُر تکلف اور بے فائدہ باتیں اور اُن باتوں کی تلاش جن کے ذریعہ سامعین سے واہ وا کے نعرے بلند کراتے اور وہ باریکیاں جن کے سبب سے مذہبی تعصب پیدا کراتے ہیں کہ عوام سمجھیں کہ یہی دین کی باتیں ہیں۔ یہ سب امور کبیر و حسد اور عداوت کا تخم

دل میں ہوتے ہیں ان کے ذریعہ درد اور شکستگی نہیں بڑھتی بلکہ تکبر اور نخوت میں ترقی ہوتی ہے۔

دوسرا سبب فطری خبث طینت اور بداخلاقی ہے کہ کوئی شخص علم نافع مثلاً تفسیر و حدیث پڑھے اور پھر بھی متکبر ہو اور اس علم دین کے پڑھنے سے اسکی غرض بیان کرنا ہی ہو کہ اس طرح لوگوں میں اسکو بڑائی حاصل ہو اس کی غرض عمل کرنا نہ ہو۔ ایسے شخص کے باطن میں جب یہ علم نافع جاتا ہے تو اس کے باطن ہی کی صفت پر ہو جاتا ہے۔ جیساکہ تنقیہ سے پہلے جو دوا معدہ میں جاتی ہے معدہ کے خلط کی صفت پر ہو جاتی ہے یا مثلاً پانی کہ بادل سے ایک ہی صفت پر صاف و شفاف برستا ہے اور جس نبات میں پہنچتا ہے اسی کی صفت کو بڑھاتا ہے اگر وہ نبات تلخ ہے تو اسکی تلخی بڑھ جاتی ہے اگر میٹھی ہے تو اس کی مٹھاس بڑھ جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرتا اور کہتے ہیں کہ کون ہے جو ہماری طرح قرآن پڑھے اور جو کچھ ہم جانتے ہیں دوسرا کہاں جانتا ہے۔ یہ فرماکر آپؐ نے اصحابؓ کیطرف دیکھا اور فرمایا کہ ایسے لوگ تم ہی میں سے یعنی میری امت میں ہی ہونگے اور وہ سب دوزخی ہیں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ لوگو تم متکبر علما میں سے نہ ہو جاؤ کہ اسوقت تمہارا علم تمہارے جہل کو وفا نہ کریگا اور حق تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو تواضع کا حکم فرمایا اور ارشاد کیا کہ

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (الشعراء - ۱۱)	اور جو مسلمان تیرے پیرو ہیں انکے ساتھ تواضع کا برتاؤ کر

پھر آگے چلکر امام صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ "حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک زمانہ آئیگا کہ اس زمانے میں جو شخص تمہارے اعمال کا دسواں حصہ بھی عمل کریگا تو وہ نجات پا جائیگا۔ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو نا امید ہو جانیکا خوف تھا لیکن اس زمانہ میں تھوڑا بھی بہت ہے کیونکہ دین میں کوئی یار و مددگار نہ رہا اور حقائق دین مندرس ہو گئے اور جو شخص یہ راہ چلتا ہے وہ اکثر تنہا ہی ہوتا ہے مددگار نہیں رکھتا اسکا رنج دونا ہوتا ہے

تو ناچار تھوڑے ہی پر قناعت کرتا ہے۔
بہت سے عالم ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عالم اور علم کی فضیلت کا حال حدیثوں میں پڑھکر مغرور ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو محض اسوجہ سے کہ وہ عالم ہیں دوسروں سے بڑھکر اور بہتر سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ خود عامل نہیں ہوتے اور اپنے تزکیۂ نفس کی کوئی فکر نہیں کرتے خدائے تعالےٰ فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی یعنی نجات وہی پائیگا اور کامیاب و بامراد وہی ہوگا جسنے اپنے آپ کو پاک کیا۔ صرف تزکیۂ نفوس کا علم تزکیۂ نفس کیلئے کافی نہیں ہے۔ اگر کوئی طبیب بیمار ہوکر دوا نہ کھائے اور کہے کہ میں بیماری کے علاج سے خوب واقف ہوں تو اسکی یہ واقفیت اسکو ہرگز تندرست نہیں کرسکتی جب تک کہ وہ بیماری کی صحیح دوا نہ کھاتے اور دوا کی تلخی کو برداشت نہ کرے۔ خداتعالیٰ نے ایسے عالم بے عمل کی مثال قرآن مجید میں اس گدھے سے دی ہے جسکی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوں کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ط (الجمعہ۔ رکوع ۱)
آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ عالم بے عمل کو اس طرح دوزخ میں ڈالینگے کہ اس کی گردن اور پیٹھ ٹوٹ جائیگی اور آگ اُسے اس طرح گھمائیگی جیسے گدھا چکی گھماتا ہے سب دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائینگے کہ اے شخص تو کون ہے اور یہ کیا عذاب ہے وہ کہیگا کہ میں وہ ہوں کہ اوروں کو تو امر بالمعروف کیا اور خود عمل نہ کیا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص جاہل ہو اُسپر تو ایک ہی بار افسوس ہے اور عالم بے عمل پر سات بار افسوس ہے یعنی علم اس پر حجت پکڑا جائیگا کہ تو نے جان بوجھکر گناہ کیا۔ کتنے عالم ایسے ہوتے ہیں کہ وہ علم و عمل دونوں میں قصور کرتے لیکن جتنے عمل کرتے ہیں سب ظاہری عمل کرتے ہیں اور دل کی طہارت سے غافل رہتے ہیں اور اپنے دل سے تکبر حسد۔ ریا اور طلب جاہ وغیرہ کی نجاستوں کو دور نہیں کرتے۔ جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائیگا اور ایمان کو حسد ایسا تباہ کرتا ہے جیسے لکڑی کو آگ تباہ کردیتی ہے۔ جو شخص اپنا ظاہر آراستہ اور باطن پلید رکھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے سنڈاس کہ باہر سے سراپا نفاست ہے اور اندر سے بالکل گندگی اور نجاست ہے۔ امام غزالی رحمہ فرماتے ہیں کہ

"بعضے علماء ظاہر فقہ میں اوقات بسر کرتے ہیں وہ اتنا نہیں جانتے کہ فقہ کی تعریف اس سے زیادہ نہیں ہو کہ جس قانون سے بادشاہ خلق کو سیاست کرے لئے یاد رکھنا - اور جو چیز راہِ آخرت سے علاقہ رکھتی ہو اس کا علم ہی اَور ہے - یہ فقیہہ جانتا ہی کہ جو بات ظاہری فقہ میں راست اور درست ہوتی ہو وہ آخرت میں فائدہ دیگی - اس کی مثال ایسی ہے کہ جو کوئی زکوٰۃ کا مال اخیر سال میں اپنی بیوی کے ہاتھ فروخت کر کے اسکا مال مول لے لے تو ظاہری فتویٰ یہ ہوگا کہ محصلِ زکوٰۃ کو اس سے زکوٰۃ طلب کرنیکا حق نہیں اور شاید فقیہہ اسکو محسوس بھی نہ کرے کہ جو شخص زکوٰۃ ساقط ہو جانے کے لئے قصداً ایسا کرتا ہو وہ اور منکر زکوٰۃ دونوں عالم الغیب کے غضب میں یکساں گرفتار ہونگے زکوٰۃ بخل کی پلیدی کا علاج تھا جب کہ حیلہ کے ذریعہ بخل کی اطاعت کی گئی تو ہلاکت یقینی ہی حیلہ کرنیوالا بھلا کیسے نجات پا سکتا ہے"

ابن ماجہ نے حضرت کعب بن مالک سے روایت کی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے علم حاصل کیا اس لئے کہ علماء سے جھگڑے یعنی بحث کر کے اپنی بڑائی چاہے یا اسواسطے حاصل کیا کہ نادانوں میں جھگڑا پیدا کرے اور ان کو شک میں ڈالے یا اس لئے کہ اس کے ذریعہ آدمیوں کا منہ اپنی طرف پھیرے یعنی ان کو اپنا معتقد اور پیرو بنا کر مال و دولت سمیٹے تو خدائے تعالیٰ اسکو دوزخ میں ڈالیگا" صحیح بخاری - صحیح مسلم - صحیح ترمذی اور صحیح نسائی چاروں کتابوں میں حضرت عائشہؓ سے یہ روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "کہ لوگوں میں سب سے زیادہ دشمنِ خدا وہ شخص ہی جو بڑا جھگڑالو اور خصومت کرنیوالا ہو" لیکن آج کل کے علماء سب سے زیادہ اس صفت مذموسہ میں گرفتار نظر آرہے ہیں -

ریاکاری اور علماء

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہو کہ -

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا	جس شخص کو اپنے رب سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک

صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکھف - رکوع ۱۲)	اعمال بجالائے اور کسی کو اپنے رب کی عبادت میں شریک نہ کرے۔

معلوم ہوا کہ جو شخص خدائے تعالےٰ کی عبادت کرے اور ساتھ ہی یہ بھی چاہے کہ لوگ میری اس عبادت سے مطلع ہوں اور میری پارسائی کا اعتقاد کریں تو یہ شرک ہے کیونکہ اسنے خدائے تعالیٰ کی عبادت میں مخلوقِ خدا کو شریک کر لیا۔ پھر خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِہِمْ سَاھُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ۝ (الماعون)	ان منافق نمازیوں کی بڑی تباہی ہے جو اپنی نماز کیطرف سے غفلت کرتے ہیں اور وہ کوئی نیک عمل کرتے بھی ہیں تو لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔

اور فرمایا کہ

وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۝ وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَہٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ۝ (النساء - رکوع ۶)	اور وہ لوگ جو لوگوں کے دکھانے کیلئے مال خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور شیطان جسکا ساتھی ہو جائے تو وہ تو بہت ہی برا ساتھی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لائیں گے اور دریافت کرینگے کہ تو کیا عبادت لایا ہے وہ کہیگا کہ میں نے اپنی جان خدا کی راہ میں فدا کی حق تعالیٰ فرمائیگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تونے اسواسطے جہاد کیا تھا کہ لوگ کہیں فلاں آدمی بڑا بہادر ہے اور حکم دیگا اسے دوزخ میں لیجاؤ۔ دوسرے شخص کو لائینگے اس سے بھی یہی سوال ہوگا وہ کہیگا میں نے اپنا سب مال خدا کی راہ میں خیرات کر دیا ارشادِ الٰہی ہوگا کہ تو جھوٹا ہے تونے خیرات اس لئے کی تھی کہ لوگ کہیں فلاں آدمی بڑا سخی ہے اسے دوزخ میں لیجاؤ۔ پھر ایک اور شخص کو لائینگے اس سے بھی وہی سوال ہوگا وہ کہیگا میں نے بڑی محنت سے علم سیکھا اور قرآن شریف پڑھا حکم ہوگا کہ تو نے اسواسطے پڑھا تھا کہ لوگ کہیں فلاں شخص عالم ہے اسے دوزخ میں لیجاؤ"

نقل ہے کہ "کسی بزرگ نے خواب میں شیطان کو دیکھا کہ بیکار بیٹھا ہے انھوں نے

کہا کہ تو تو رات دن لوگوں کو گمراہ کرنیکے کام میں مصروف رہتا ہے تیری بیکاری کا سبب کیا ہے اس نے جواب دیا کہ جب سے اس آخری زمانہ کے ریا کار علماء پیدا ہو گئے ہیں انھوں نے میرے کام کو ہلکا کر دیا ہے وہ رات دن لوگوں کو گمراہ کرنے اور اپنی ظاہری متشرع صورت بنا کر اپنے جال میں پھنسانے کا کام سرگرمی سے انجام دیرہے ہیں" ریاکاری یعنی لوگوں کی نظر میں اپنے آپ کو اچھا اور نیک اعمال دکھانے اور باطن میں رضائے الٰہی کو مقصود اصلی نہ ٹھہرانے کا سبب ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر کا نہ ہونا یا ایمان کا انتہا درجہ کمزور ہونا ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ ریا شرک کا چھوٹا بھائی ہے۔

ریا اور نفاق حقیقتاً ایک ہی چیز ہے۔ منافق کی نسبت قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء-٢١)	بیشک منافق دوزخ کے سب سے زیادہ برے درجہ میں ہونگے

ریاکار آدمی دوسرے لوگوں کو اپنا خدا قرار دے لیتا اور لوگوں کی رضامندی اور ان کی تعریف اور مدح و ثنا کو اپنا مقصود اصلی ٹھہرا کر عبادتوں میں مشقت اٹھاتا ہے لیکن جب اس کے زہد و عبادت کو دیکھنے والا کوئی شخص نہ ہو تو پھر وہ اس زہد و عبادت کو ترک کر دیتا ہے۔ بعض اوقات وہ اس فریب خوردگی میں مبتلا ہوتا ہے کہ جسطرح لوگ مجھکو بڑا نیک اور عابد و زاہد یقین کرتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ بھی مجھ سے خوش ہے۔ لیکن وہ لوگوں کی مدح و ثنا سے لذت پاتا اور لوگ ستائش نہ کریں تو اذیت محسوس کرتا ہے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور درخواست کی کہ آپ مجھے کچھ نصیحت کریں حضرت ممدوحہ نے جواب میں خط لکھا کہ " میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی خفگی کی کچھ پروا نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ کی رضامندی تلاش کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ اس سے رضامند ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دیتا ہے اور لوگوں کے شر کو اس سے دور کر دیتا ہے اور جو کوئی لوگوں کی رضامندی تلاش کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کی پروا نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ اسکو لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے "

علماء کی ریاکاری سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ مسلمانوں کو گمراہ کرنیوالی ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اپنے علم و فضل کی نمائش کو ضروری سمجھکر بحث و جدل کے مواقع تلاش کرتے اور اس مسلمہ کو حقیقت اسلام سے دور و مہجور بناتے رہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "میں اپنی امت پر کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتا ہوں جتنا چھوٹے شرک سے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا کہ ریا۔ رواہ احمد۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ اے ریاکار تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے واسطے تمنی عبادت کی تھی اور انھیں سے اپنی جزا مانگ لو۔ رواہ احمد۔ پھر فرمایا کہ جب الحزن سے خدا تعالےٰ کی پناہ مانگو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب الحزن کیا چیز ہے فرمایا کہ ریاکار عالموں کیواسطے دوزخ میں ایک غار یا کنواں یا جنگل ہے جس سے دوزخ بھی دن میں سو بار پناہ مانگتی ہے۔ رواہ الترمذی۔ امام غزالی رحمہ نے ایک طویل حدیث کیمیائے سعادت میں نقل کی ہے اس کے آخری حصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ "کسی بندے کے اعمال نیکی کے فرشتے ساتویں آسمان تک لیجاتے ہیں ان اعمال میں روزہ۔ نماز۔ نفقہ۔ جہاد۔ ورع سب کچھ ہوتے ہیں یہ مجموعہ اعمال آفتاب کی طرح روشن ہوتا ہے اور تین ہزار فرشتے اس کے ساتھ جاتے ہیں جب ساتویں آسمان تک پہونچتے ہیں تو حکم ہوتا ہے کہ یہ اعمال اسی بندے کے منہ پر واپس مارو اور اس کے دل پر قفل لگادو کیونکہ ان اعمال سے اُسے خدا مقصود نہ تھا بلکہ اپنی حشمت و شہرت مقصود تھی۔ جو عمل خالصاً خدا کے واسطے نہیں ہوتا وہ ریا ہوتا ہے اور حق تعالیٰ ریاکار آدمی کے عمل قبول نہیں کرتا پھر فرشتے اور کسی شخص کے اعمال اٹھاتے ہیں اور ساتویں آسمان سے آگے بڑھا لیجاتے ہیں ان میں بالکل خلق نیک۔ تسبیح اور طرح طرح کی عبادت ہوتی ہے اور سب آسمانوں کے فرشتے پہنچانے جاتے ہیں یہانتک* حق تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم اس کے اعمال کے نگہبان ہو اور میں اس کے دل کا نگہبان ہوں اسنے یہ عمل میرے واسطے نہیں کئے اپنے دل میں اور کی نیت کی ہے میری لعنت اس پر ہو۔ فرشتے کہتے ہیں اے خدا تیری لعنت اور ہم سب کی لعنت اسپر ہو ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے سب اسپر لعنت کرتے ہیں"

* کہ حق تعالےٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں اور سب فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ یہ اعمال پاک اور با اخلاص ہیں ۱۲

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہ کا قول ہے کہ "ریا کار کی تین علامتیں ہیں جب اکیلا ہو تو سست ہو جب لوگوں کو دیکھے تو مسرور ہو جب اس کی تعریف کریں تو عمل زیادہ کرے جب مذمت کریں تو عمل بہت کم کرے" حضرت علی کرم اللہ وجہ کا ایک اور قول ہے کہ "قیامت کے دن علماء سے کہیں گے کہ کیا تمہارے ہاتھ لوگوں نے سودا بہت سستا نہیں بیچا اور کیا تمہارے کام کاج میں مستعد نہیں رہے اور کیا پہلے تم پر سلام نہیں کیا یعنی یہ سب باتیں تمہارے اعمال کی جزا تھیں جو تم حاصل کر چکے اور تم نے اپنے اعمال کو خالص نہیں رکھا" امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے اجازت طلب کی کہ میں صبح کے وقت لوگوں کو نصیحت کیا کروں آپؓ نے منع فرمایا اور کہا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تیرے پیٹ میں اتنی ہوا بھرے کہ تو اڑ کر ثریا پر پہنچ جائے یعنی اپنے آپ کو بہت ہی عالی مرتبہ سمجھنے لگے"

اگر انسان محض رضائے الٰہی کے لئے لوگوں کو وعظ ونصیحت کرے اور لوگوں کی مدح وثنا کا مطلق خیال نہ کرے تو اس کے لئے وعظ ونصیحت کرنا ضروری ہے لیکن اگر اپنی خوش تقریری اور وسعت علم کے اظہار سے لذت یاب ہونے لگے اور یہ تصور کرنے مسرور ہو کہ لوگ میری تعریف اور تعظیم وتوقیر کرینگے تو ایسے واعظ کے لئے خاموشی بہتر ہے بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی نفس کو اچھی طرح کچلے اور وعظ وتقریر شروع کرکے اس طرح خاموش ومرعوب سا ہو کر ممبر سے اتر آئے کہ لوگ اسکو حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگیں اور اس کے علم وفضل اور شیوا بیانی وخوش گفتاری کے متعلق ان کا اعتقاد منہدم ہو جائے۔ نیز کبھی کبھی کوئی نہایت معمولی سا مسئلہ کسی دوسرے عالم سے مجمع عام میں استفادۃ دریافت کرے تاکہ اس کے تبحر علمی اور ہمہ دانی کا اعتقاد لوگوں کے دلوں میں باقی نہ رہے۔ اس طرح جائز طریقوں سے نفس مغرور کا علاج ہمیشہ کرتا رہے۔ بعض لوگوں نے ریاست بچنے کے لئے اپنے آپ کو ملامتی بنالینا مناسب سمجھا اور اس طرح ایک ملامتی فرقہ قائم ہو گیا جو لوگوں کے سامنے خلاف شرع کام کرتے ہیں حالانکہ یہ خطرہ سے خالی نہیں اور دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو ملامتی مسلک اختیار کرنیوالے سب سے زیادہ ریاکار ومکار

اور شیطان کے پنجے میں گرفتار ہوتے ہیں کیونکہ لوگ ان کو خلاف شرع کام کرتے ہوئے دیکھکر خیال کرتے ہیں کہ یہ ریا سے بچنے کے لئے بظاہر یہ کام کر رہے ہیں ورنہ حقیقتاً تو بڑے پابند شرع اور عابد و زاہد ہیں اس طرح ان کی اور بھی زیادہ گرم بازاری ہو جاتی ہے حضرت ابراہیم ادہم رح کا قول ہے کہ "جسنے شہرت کو اچھا جانا اس نے خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانا" حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم تشریف لائے اور ہم مسیح دجال کا ذکر کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا خبر نہ دوں میں تمکو اس چیز کی جسکا ڈر مجھکو تم پر مسیح الدجال سے بھی بڑھکر ہے ہمنے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا وہ شرک خفی ہے۔ آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہو پھر اس نماز کو زیادہ پڑھے اس لئے کہ کوئی شخص دیکھ رہا ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔ یہ نماز کا ذکر بطور مثال کے فرمایا ورنہ ریا کچھ اسی صورتِ خاص میں منحصر نہیں ہے۔ ریا کا ڈر دجال سے اس لئے بڑھکر ہوا کہ دجال کے لئے ظاہر ہیں نشانیاں مقرر ہیں ان کو اہل علم پہچانتے ہیں اور ریا ایک نہایت مخفی چیز ہے اسی لئے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اندھیری رات میں سیاہ ٹھوس پتھر پر چیونٹی کی چال سے اسکا معلوم کر لینا جسقدر دشوار ہے اس سے زیادہ دشوار ریا کا معلوم کر لینا ہے بڑے بڑے عالم اور اہل دل ریا کے معلوم کر لینے میں دھوکا کھا جاتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "ذرا سا بھی ریا شرک ہے" رواہ ابن ماجہ۔ بڑے ریا کا تو ذکر ہی کیا۔ آجکل ریا کی جسقدر گرم بازاری ہے اور مسلمانوں کے علماء اس مرض میں جسقدر گرفتار ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں خدا تعالیٰ نے پہلے ہی ان کی خبر دیدی تھی کہ

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ٥ (یوسف - ۱۲)	اور اکثر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں اور وہ شرک بھی ہیں۔

شعر خوانی بحث مباحثہ تمسخر اور علماء

خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرمایا کہ

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ ط إِنْ هُوَ	اور ہمنے اپنے رسول کو شاعری نہیں سکھائی اور شاعری رسول

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یس - رکوع ۵) | کی شان کے شایان بھی نہ تھی یہ قرآن تو محض نصیحت ہے اور پڑھنے سمجھنے کے لایق عام فہم ہدایت نامہ ہے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ (الشعراء - ۱۱) | اور شاعر تو خود گمراہ ہوتے ہیں انکی پیروی بھی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں

شیطان کے فریبوں میں سے ایک بڑا فریب یہ ہے کہ واعظوں اور خطیبوں کو اسبات کا یقین دلا دیا ہے کہ بغیر شعر خوانی کے لوگوں کو پند و نصیحت ہی نہیں کیجا سکتی لہذا عام طور پر ہر ایک واعظ اور خطیب اشعار کا یاد کرنا آیات قرآنیہ اور احادیث نبوی کے یاد کرنے سے بھی زیادہ ضروری سمجھتا ہے۔ اگر نصیحت و تذکیر کے لئے اشعار لازمی چیز تھے تو پیغمبران خدا اشعار ہی کے ذریعہ لوگونکو توحید باریتعالی کیطرف متوجہ کرتے اور سب سے زیادہ اشعار آنحضرت صلعم کو یاد ہوتے اس لئے کہ آپ ہادی کامل اور رہبر اعظم تھے۔ پھر صحابہ کرامؓ بھی جنمیں ہر ایک نجم ہدایت ہی سب کے سب اعلیٰ درجہ کے شعر خواں ہوتے لیکن خدا تعالیٰ نے تو شعر کو ہادی برحق کی شان کے منافی قرار دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اگر کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو جو اسکو فاسد کر دے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ شعر سے بھرا ہوا ہو" مرقاۃ میں کہا ہے کہ اسمیں اشارہ ہے استیلاء شعر کی طرف کہ قرآن و ذکر و علم دین سے باز رکھے کیونکہ یہ مذموم ہے چاہے کسی قسم کے اشعار ہوں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تھے موضع عرج میں کہ اتنے میں ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا خذوا الشیطان او امسکوا الشیطان لان یمتلی جوف رجل قیحا خیر له من ان یمتلی شعرا۔ رواہ مسلم۔ یعنی اس شیطان کو پکڑو اگر کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو یہ بہتر ہے اس کے لئے بمقابلہ اس کے کہ شعر سے بھرے۔ کبھی کبھی تائید حق کے لئے شعر کہنا اور شعر پڑھنا احادیث نبوی میں اور قرآنمجید میں بھی جائز ٹھہرایا گیا ہے لیکن شعر بازی کو لازمہ تبلیغ و وعظ ٹھہرا لینا یقیناً ناجائز اور مذموم و قبیح ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم کا ایک حادی (حُدی خوان) تھا جسکا نام انجشہ تھا وہ خوش آواز تھا آنحضرت صلعم

نے ایک سفر میں اسکو فرمایا رویداک یا انجشۃ لاتکسر القواریر (یعنی اے انجشۃ تو حدی کر شیشوں کو نہ توڑ) قتادہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں قواریر سے مراد نساء ہیں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ معلوم ہوا۔ ۔ کہ ایسا گانا یا شعر پڑھنا جسکی آواز عورتوں تک جائے ناجائز ہے کیونکہ وہ کمزور دل ہوتی ہیں۔ ذرا سی خوش آوازی و شعر خوانی پران کی خیالات کے خراب ہو جانیکا اندیشہ ہے۔ شفائے قاضی عیاض میں یہ مسئلہ بالتصریح موجود ہے۔ کہ جو شخص خدا تعالیٰ یا کسی نبی کی شان میں بے ادبی یا اہانت کا کلمہ کہے وہ کافر ہو جاتا ہے لیکن اکثر واعظ اپنی تقریروں میں ایسے اشعار پڑھتے ہیں جنمیں خدا اور اس کے رسولوں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ اور نہایت بے ادبی کے الفاظ ہوتے ہیں جب واعظوں کی زبان سے ایسے کلمات سنینگے تو عوام کیوں احتیاط کرنے لگے ہیں۔ پھر اس سے بھی بڑھکر یہ کہ بعض عالم نما جاہل ایسے فقیروں کے مرید و معتقد ہوتے ہیں جو نماز روزہ کو برا کہتے اور خدا تک کو گالیاں دے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب کی باتوں کو لوگ کیا سمجھہ سکتے ہیں یہ تو ظاہری شریعت کے پابند ہیں او حقیقت و معرفت دوسری چیز ہے گویا وہ علی الاعلان اس بات کے مدعی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شریعت صحابہ کرامؓ کو تعلیم فرمائی اور جو کلام الٰہی لوگوں کو پہنچایا یہ سب نعوذ باللہ نمایشی باتیں تھیں اور حقیقت کچھہ اور ہی تھی۔ ایسا کہنے اور یقین کرنیوالا آنحضرت صلعم کی شان میں سخت گستاخی کا مرتکب اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلعم تو شرابی کو ملعون و مردود قرار دیں اور یہ اپنے شرابی پیر کو مقرب بارگاہ الٰہی بتائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ گانیوالوں کے کاندھو نپر دو شیطان مسلط ہوتے ہیں جب تک وہ گانے سے فارغ نہ ہوں لات مارتے رہتے ہیں۔ نوادر الاصول میں حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی دنیا میں گانا سنتا ہو اسے اجازت نہ ہوگی کہ جنت میں گانا سنے۔ تفسیر عزیزی میں شاہ عبد العزیز صاحب رح نے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى کی تفسیر کے تحت میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کوئی کام

جو جاہلیت والے کرتے تھے کرنا نہ چاہا مگر وہ وقت اور دونوں وقتوں میں لطف الٰہی نے مجھے وہ دونوں کام نہ کرنے دیئے وہ کام یہ تھے کہ ایک دن قریش کے ایک نوجوان کو مکہ کے باہر میں نے کہا کہ میری بکریوں کی خبرداری رکھنا شہر مکہ میں کئی نوجوان ملکر بیٹھے ہیں اور کہانیاں کہہ رہے ہیں میں بھی جاکر کہانیاں سنوں جب اس ارادے سے مکہ میں داخل ہوا تو پہلے ہی گھر میں جو سر راہ تھا گانے کی آواز سنی معلوم ہوا کہ کوئی شادی ہے یہ سنکر میں گیا اور چاہا کہ بیٹھکر تماشا دیکھوں اور گانا سنوں بیٹھتے ہی خدا تعالیٰ نے مجھپر نیند طاری کردی کہ دن نکلنے تک نہ جاگا جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ مجلس برخاست ہوگئی۔ پھر دوسری مرتبہ ایسا ہی موقع گانے اور تماشے کا ہوا اس مرتبہ بھی نیند حائل ہوگئی اور میں بچ رہا پھر اس کے بعد کبھی میرے دل میں خیال بھی نہیں آیا۔ یہانتک کہ خدا تعالیٰ نے مجھے رسالت اور پیغمبری سے سرفراز کیا۔

علمائے اسلام اور مبلغین اسلام کو مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں اور کبھی آپسمیں ہی افہام تفہیم اور احقاق حق کے لئے مباحثہ و مناظرہ کی ضرورتیں پیش آجاتی ہیں اس کے لئے خدائے تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے کہ

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ (النحل۔ رکوع ١٦)	اے رسول لوگوں کو عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستے کیطرف بلا اور انکے ساتھ بحث بھی کرنی پڑے تو ایسے طور پر کر کہ وہ لوگوں کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ ہو

اور پھر فرمایا کہ

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا (بنی اسرائیل۔ رکوع ٦)	اور اے رسول ہمارے بندوں یعنی مسلمانوں کو سمجھا دو کہ مخالفین سے کوئی بات کہیں تو اسطرح کہیں کہ وہ اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو کیونکہ شیطان سخت بات کہلوا کر لوگوں میں فساد ڈلواتا ہے اور اسمیں شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

اور پھر فرمایا کہ

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ	اے رسول مخالفوں کی مدافعت ایسے برتاؤ سے کر جو بہت پسندیدہ

اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ۝ (المؤمنون - رکوع ۶) — معلوم ہوا اور جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں ہم اس سے خوب واقف ہیں

اور فرمایا کہ

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (العنکبوت - رکوع ۵) — اور مسلمانوں اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کیا کرو مگر ایسی طرح پر کہ وہ نہایت ہی عمدہ اور شائستہ ہو۔

اور فرمایا کہ

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ (حم السجدۃ - رکوع ۵) — برائی کا دفعیہ ایسی برتاؤ سے کرو کہ وہ بہت ہی پسندیدہ ہو اگر ایسا کروگے تو دیکھو گے کہ تمہارے اور جس شخص کے درمیان عداوت تھی وہ تمہارا دلی دوست بنے گا اور ایسے حسن اخلاق کی توفیق انھیں لوگوں کو ملتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ مرتبہ انھیں کو دیا جاتا ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بھائی سے بیجا بحث مت کرو۔ اور ہنسی مذاق بھی نہ کرو اور وعدہ خلافی بھی نہ کرو۔ رواہ الترمذی۔ پھر فرمایا کہ آدمیوں میں سب سے زیادہ دشمن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو بڑا لڑاکو اور جھگڑالو ہے رواہ البخاری الترمذی والنسائی۔

علماء سوء کی عموماً یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ مخاطب کے ساتھ شروع ہی سے ترشروئی اور بدخلقی کے ساتھ پیش آتے۔ ضد اور فضول جھگڑا کرنے کو خوبی سمجھتے ہیں۔ مخاطب کی تحقیر طنزیہ گفتگو۔ ضلع جگت اور پھبتی وغیرہ کو اپنا کمال اور موجب فخر یقین کرتے ہیں حالانکہ دین کی باتیں نہایت دلسوزی اور محبت سے سمجھانی چاہئیں اور دلائل اس طرح بیان ہوں کہ عقل وخرد تسلیم کریں انکار نہ کرے۔ امور دین میں کج بحثی کرنے سے انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ امام غزالی رحمہ نے اپنے زمانے کے عالموں کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ لوگ جدل ومناظرہ میں یا تعصب مذہب میں یا فتاوائے خصومات خلق میں یا اور علموں میں جو انھیں دنیا سے آخرت کیطرف اور حرص سے قناعت کیطرف اور ریا سے اخلاص کی جانب اور غفلت وایمنی سے خوف وپرہیزگاری کی جانب نہیں بلاتے تمام

عمر ضائع کر دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ علوم یہی ہیں اور جو کوئی علوم باطنی کی طرف متوجہ ہو اُسے کہتے ہیں کہ یہ علم سے منکر او رمہجور ہے،، صحف الغزالی میں امام صاحب ممدوح نے لکھا ہے کہ دو نصیحت کرنا اور نصیحت کی درخواست کرنا یہ دونوں آسان ہیں مگر نصیحت کو قبول کرنا اور اسپر کاربند ہونا دشوار ہے خاصکر ان لوگوں میں جو علمی فضیلت کی تحصیل میں مصروف ہیں اس لئے کہ وہ عموماً یہی خیال کرتے ہیں کہ صرف تحصیل علم ہی انکی نجات کا وسیلہ ہوگا چنانچہ عموماً یہ لوگ عمل سے بالکل مستغنی اور بے پروا ہوا کرتے ہیں حالانکہ زیادہ تر اسی کی حاجت ہی کیونکہ علم کیوجہ سے ان پر سختی کے ساتھ حجت قایم ہوجاتی ہے، سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن اس عالم کو ہوگا جو اپنے علم سے نفع نہ پائے۔ پس اگر تم اُخروی سعادت کے خواہاں ہو تو ایسا موقع نہ آنے دو کہ علم تم پر حجت ہوجائے لہذا حسب ذیل چار باتوں سے پرہیز اختیار کرو۔

اوّل یہ کہ مناظرہ نہ کرو۔ فن مناظرہ کے لئے محنت کرنے اور مناظرہ کی قوت بہم پہنچانے سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہوتا اور اسمیں آفتیں بہت ہیں۔ اسکا گناہ اس کے فائدے سے بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ ریا۔ حسد۔ فخر وغیرہ اس سے پیدا ہوتے ہیں اگر مناظرہ کی ضرورت ہی پیش آجائے تو دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے (۱) تم اس میں کوئی فرق نہ کرسکو کہ امر حق تمہاری زبان سے ظاہر ہوتا ہے یا تمہارے مخالف کی زبان سے۔ (۲) اس مباحثہ یا مناظرہ کو تم خلوت میں کرنا پسند کرو نہ مجمع عام میں۔ دوم یہ کہ وعظ گوئی نہ کرو۔ اسکو اپنا پیشہ نہ بناؤ اگر خویش و اقارب اور دوست احباب کی بہبودی کے لئے وعظ کہنا پڑے تو دو چیزوں سے بچتے رہو (۱) متکلفانہ فصاحت۔ عبارت آرائی اور قافیہ بندی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ تکلف کرنیوالوں کو خدائے تعالیٰ دشمن رکھتا ہے۔ قافیہ تکلف دل کی غفلت اور باطن کی خرابی کی دلیل ہے۔ وعظ گوئی کے تو یہ معنیٰ ہیں کہ آخرت کی مصیبت کے خوف کی آگ دل میں بھڑکنے لگے اور انسان کو بیقرار کردے۔ اس آگ کے جوش اور اس مصیبت کے نوحہ کو وعظ و نصیحت کہتے ہیں۔ اگر سیلاب کسی کے گھر کے دروازے تک پہنچ جائے اور اس کے اہل وعیال اور مال و متاع کو برباد کرنے لگے

اور اسوقت ایک منادی شور مچانے لگے کہ بھاگو، بھاگو سیلاب آگیا۔ تو اس منادی کو اُسوقت کوئی مقفیٰ اور مسجع عبارت نہ سوجھے گی بس یہی مثال لوگوں کے سامنے وعظ بیان کرنیکی ہونی چاہیئے (۲) واعظ کی یہ خواہش ہرگز نہ ہونی چاہیئے کہ میری خوش بیانی و قادر الکلامی و بذلہ سنجی سے سامعین نعرے لگائیں اور جھومنے لگیں اور میرے وعظ کی دھوم مچ جائے یہ ریا کی دلیل ہے واعظ کو حاضرین مجلس کی اصلاح حالت کے لئے حتی الامکان کوشش کرنی چاہیئے یعنی ان کو دنیا سے آخرت کیطرف اور حرص سے زہد کی طرف اور غفلت سے بیداری کیجانب متوجہ کرے۔ تاکہ جب مجلس برخاست ہو تو لوگوں کی باطنی اوصاف میں کچھ نہ کچھ تغیر پیدا ہو جائے۔

سوم یہ کہ کسی پادشاہ کو سلام نہ کرو اور بادشاہوں کے ساتھ اختلاط نہ کرو کیونکہ شاہی اختلاط و مجالست کا فتنہ بڑا ہی خطرناک ہوا کرتا ہے۔

چہارم یہ کہ سلاطین سے کسی چیز کا سوال نہ کرو اگرچہ وہ حلال و جائز ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ان کے مال و جاہ میں طمع کرنا اکثر فساد دین کا باعث ہو جاتا ہے بسا اوقات سلاطین کے دئے ہوئے جاہ و مرتبہ کیوجہ سے نفاق اور ظلم وغیرہ کی رعایت کرنی پڑتی ہے اور یہ سب انسان کی ہلاکت کے اسباب ہیں۔ اور یہ چار امور ہیں جن سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے"

عام طور پر علماء سوء تمسخر، استہزاء، اور لطیفہ گوئی کو اپنا کمال اور لوگوں پر پھبتیاں اڑانے اور اپنے سامعین کو ہنساتے ہنساتے لٹا دینے کو اپنی کامیابی یقین کرتے ہیں حالانکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ	مسلمانو! کوئی گروہ کسی گروہ پر نہ ہنسے عجب نہیں کہ جنپر ہنستے ہیں وہ خدا کے نزدیک انسے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں عجب نہیں کہ جنپر ہنستی ہیں وہ ان سے بہتر ہوں اور آپسمیں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو ایمان لائیکے بعد بدتہذیبی کا نام ہی برا ہے اور جو ان حرکات سے باز نہ آئیں تو وہی

بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (الحجرات۔رکوع۲)	خدا تعالیٰ کے نزدیک ظالم وگنہگار رہیں ۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "آدمی بعض بات صرف اسی لئے کہتا ہے کہ لوگ اس بات کو سنکر ہنسیں اور وہ اس بات کی وجہ سے اتنی دور جا پڑتا ہے جو زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ سے بھی زیادہ دور ہے"، رواہ بیہقی۔ مطلب یہ کہ رحمت الٰہی سے دور ہو جاتا اور دوزخ میں جا گرتا ہے ۔ صحیح ترمذی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "حیا اور لحاظ کے ساتھ بات کہنا ایمان کی دو شاخیں ہیں اور فحش و بدزبانی اور بیدھڑک بات کہنا نفاق کی دو شاخیں ہیں"۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میں اور میرے پرہیزگار امتی تکلف اور بناوٹ سے الگ تھلگ رہتے ہیں ۔ اسی لئے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے "اگر کسی مجلس میں کوئی شخص مسخرگی کی باتیں کرکے لوگوں کو ہنسائے تو اس مجلس سے فوراً اٹھکر چلے جانا چاہئے"۔ بالخصوص جب کوئی واعظ ہنسی اور تمسخر کی باتیں کرے اور لوگوں کو ہنسانے کے لئے لطیفہ گوئی شروع کرے تو بلاتامل اس مجلس وعظ سے اٹھکر چلدینا نہایت ضروری اور ثواب کا کام ہوگا اس لئے کہ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ حدیث کی موافق پرہیزگار امتیوں میں شامل ہونیکی کوشش کا ثواب اور دوسری طرف اس بیہودہ واعظ کو ایک قسم کی ہدایت کا اجر بھی مرتب ہوگا۔

حدیث سعد بن ابی وقاصؓ میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ لا تقوم الساعۃ حتی یخرج قوم یاکلون بالسنتھم کما تاکل البقرۃ بالسنتھا۔ رواہ احمد یعنی قیامت قائم نہ ہوگی یہانتک کہ ایک قوم نکلیگی جو زبان کے وسیلے سے اپنا پیٹ بھریگی ۔ جس طرح کہ گائے اپنی جیب سے کھاتی ہے ۔ ان لوگوں سے مراد یقیناً ہمارے زمانہ کے پیشہ ور واعظ ہیں جو اپنی چرب زبانی شعرخوانی اور لطیفہ گوئی سے عوام کو خوش کرکے اپنے وعظ کی مزدوری ان سے طلب کرلیتے ہیں اور اس چالاکی وسخن سازی ہی کو ذریعۂ معاش بنائے ہوئے ہیں ۔ ان لوگوں کی کمائی یقیناً اکل بالباطل اور مال حرام میں داخل ہو ۔ ترمذی و ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہو کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ان اللہ یبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانہ کما یتخلل الباقرۃ بلسانھا۔ یعنی خدا تعالیٰ دشمن رکھتا ہے مرد بلیغ کو جو زبان چلاتا ہے گائے کیطرح۔ اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ مراد بلیغ سے وہ شخص ہے جو خوب منہ بھر بھر کر باتیں بناتا ہے اور زبان کو گائے کی مانند دانتوں کے گرد پھیرتا ہے یعنی کلام میں اظہار فصاحت کے لئے تکلف کرتا ہے اور اپنے زور تقریر سے دھوکا دیکر اپنا کام نکالتا ہے۔

علمائے سوء عموماً اپنی بد اعمالیوں کو حسن عمل قرار دیکر اور اپنی جہالت کو علم سمجھکر علمائے ربانی سے مجادلہ و مکابرہ پر بھی مستعد رہتے اور عوام کالانعام کو اپنا حمایتی دیکھکر کج بحثی و بذزبانی و بدلگامی سے کام لیتے اور کتاب و سنت یعنی خدا اور رسول کو حکم بنانیسے ہمیشہ گریز کرتے اور قرآن وحدیث کے ذریعہ فیصلہ کرنے کے عوض دوسروں کے اقوال و اعمال اور باپ دادا کی قایم کردہ رسموں کو چمٹے رہتے ہیں خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝ فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ (النجم - ۲)

اور انکو حقیقت کا تو کچھ علم ہے نہیں محض اٹکل پر چلتے ہیں اور اٹکل کی حالت یہ ہے کہ وہ حق اور سچی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی کارآمد نہیں پس اے رسول جو شخص ہمارے ذکر یعنی قرآن مجید سے روگردانی اختیار کرے اور دنیا کی زندگی کے سوا اسکو کسی اور بات سے غرض نہ ہو تو تو ایسے لوگوں کی ذرا بھی پروا مت کر کیونکہ انکو علم کی رسائی یہیں تک ہے۔

اور فرمایا

وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ۝ (الاحقاف - رکوع ۲)

اور جب قرآن مجید کے ذریعہ سے انکو ہدایت نہ ہوئی تو اب انکو سوا اور کیا کہینگے کہ یہ تو ایک قدیمی جھوٹ ہے۔

اور فرمایا

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۚ (یونس)

سو یہ لوگ اس پہلو سے گریز کر کے اس چیز کو جھٹلانے لگے جسکے سمجھنے پر انکو دسترس نہ ہوئی اور ابھی تک اسکی تصدیق کا موقع ہی انکو پیش نہیں آیا۔

اور فرمایا

إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِن تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَن يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا (الکہف - رکوع ۸)

ہم ہی نے انکے دلونپر پردے ڈالدئے ہیں تاکہ حق بات کو سمجھ نہ سکیں اور انکے کانونمیں ایک طرحکی گرانی پیدا کردی ہے کہ حق بات کو سن نہ سکیں اور اے رسول اگر تو ان لوگونکو راہ راست کیطرف بلائے تو یہ کبھی رو براہ ہونے والے نہیں۔

اور نیک اعمال لوگوں کی صفت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝ (القصص - رکوع ۷۶)

اور جب کسی سے لغویات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کش ہوجاتی ہیں اور ایسے جاہلوں سے کہدیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمکو اور تمہارے عمل تم کو ہم تو تمکو دور ہی سے سلام کرتے ہیں ہم جاہلوں کے طالب نہیں

اتحاد بین المسلمین اور علماء

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ (ال عمران - رکوع ۱۱)

اور سب ملکر مضبوطی سے اللہ کو دین کی رسی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہو اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم ایکدوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اسکے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے یعنی دوزخ کے کنارے آلگے تھے پھر اسنے تمکو اس سے بچالیا اسی طرح اللہ اپنے احکام تمہارے کھول کھولکر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔

اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ دین کی رسی یعنی کتاب و سنت کو مضبوط پکڑے رہو اور آپسمیں تفرقہ نہ ڈالو معلوم ہوا کہ اتحاد و اتفاق اسی طرح

قایم رہ سکتا ہے کہ سب کا قبلۂ توجہ ایک ہو اور وہ کتاب وسنت کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا اور کتاب وسنت کی اتباع ہی سے انسان سچا پکا مسلمان بن سکتا ہے اگر اس حبل اللہ کو چھوڑ دیا جائیگا تو وہی تفرقہ کی حالت جو دوزخ کے کنارے پہونچا دیتی ہے پیدا ہو جائیگی۔ پھر اس آیت سے اگلی آیت میں اس حبل اللہ پر قایم رہنے کی تدبیر بتائی کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝	اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلائیں اور اچھے کام کرنیکو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور ایسے لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے

(ال عمران - رکوع ۱۱)

یعنی اتحاد بین المسلمین اسی طرح قایم ہو سکتا ہے کہ کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور کتاب وسنت پر قایم رہنے کی تدبیر یہ ہے کہ داعی الی الخیر جماعت یعنی ایسے علمائے ربانی جو لوگوں کو خیر (کتاب وسنت) کی طرف بلانیوالے ہوں مسلمانوں میں ہمیشہ موجود رہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو تفرقہ اور فرقہ بندی سے بچانا علماء اور واعظین ہی کا کام ہے۔ لیکن آج مسلمانوں میں فرقہ بندی اور نا اتفاقی کے طوفان امڈے ہوئے نظر آرہے ہیں جسکا سبب علماء کی نالایقی اور فرض نا شناسی کے سوا اور کچھ نہیں۔ خدائے تعالے نے مذکورہ دونوں آیتوں کے متصل ہی اگلی آیت میں ہدایت فرمائی تھی کہ

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝	اور اُن جیسے نہ بنو جو آپس میں ایک دوسرے سے متفرق ہوگئے اور انکے پاس کھلے کھلے احکام آنے کے بعد بھی آپسمیں اختلاف کرنے لگے اور یہی لوگ ہیں جنکو بہت بڑا عذاب ہوگا۔

(ال عمران - ۱۱)

جس طرح بنی اسرائیل یعنی یہود و نصاریٰ نے الٰہی ہدایت ناموں اور خدائتعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی صاف صاف ہدایات کو نظر انداز کرکے آپسمیں اختلاف پیدا کیا تم اس طرح اختلاف و افتراق پیدا نہ کرلینا۔ مگر علمائے اسلام نے بھی وہی روش

بنی اسرائیل والی اختیار کی اور حقیقی و اصلی چیز یعنی قرآن مجید کو پس پشت ڈالکر ظنی اور غیر حقیقی چیزوں کے پیچھے چلنے لگے اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے سورۂ انعام کے آخری رکوع میں نہایت صاف الفاظ میں قرآن مجید کی پیروی کا حکم دیکر اور یہود و نصاریٰ کے طرزِ عمل سے ڈراکر اور قرآن مجید کی طرف سے غفلت اختیار کرنے کے بدنتیجہ سے آگاہ فرماکر بتایا کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۵

(الانعام - ۲۰)

اے رسول جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بن گئے تمکو ان کی جھگڑوں سے کچھ سروکار نہیں انکا معاملہ خدا کے حوالے وہ انکا حساب لیگا پھر جو کچھ دنیا میں کیا کرتے تھے اسکا نیک بد ان کو بتا دیگا۔

پھر قرآن مجید کیطرف سے غفلت و بے پروائی اختیار کرنے کے بدنتیجہ کو اسطرح بیان فرمایا کہ

وَ مَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ۵ وَ اِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۵

(الزخرف - رکوع ۴)

اور جو شخص خدائے رحمٰن کے ذکر (کلام خدا) سے اغماض کیا کرتا ہے ہم اسپر ایک شیطان تعینات کر دیا کرتے ہیں اور وہ اسکے ساتھ رہتا ہے اور باوجودیکہ شیاطین گنہگاروں کو راہِ خدا سے روکتے رہتے ہیں تاہم گنہگار اپنی نسبت خیال کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔

مطلب یہ کہ قرآن مجید کیطرف سے اعراض و اغماض اختیار کرنیکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان پر گمراہ کرنیوالی طاقت کا تسلط ہو جاتا ہے اور شیطان اسکو صراطِ مستقیم سے جدا کر کے گمراہ کر دیتا ہے اور وہ یہ سمجھتا رہتا ہے کہ میں راہِ راست پر ہوں پھر فرمایا کہ

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ؕ

(المجادلہ - رکوع ۳)

شیطان ان پر غالب آگیا ہے اور اسنے انکو اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے یہ ایک شیطانی گروہ ہے۔ دیکھو یاد رکھو کہ شیطانی گروہ ہی آخر کار برباد ہونیوالا ہے۔

مطلب یہ کہ قرآن مجید کیطرف سے غافل اور بے پروا ہو کر انسان شیطانی لشکر میں شامل

ہو جاتا ہے۔ اب بات بالکل صاف ہو گئی کہ مسلمانوں میں یہ جسقدر فرقہ بندی، افتراق اور تشتت موجود ہے سب قرآن مجید کیطرف سے غفلت اختیار کرنیکا نتیجہ ہے اور شیطان نے قرآن مجید کی جگہ دوسری ظنی چیزوں یعنی اماموں استادوں پیروں اور بزرگوں کے اقوال و اعمال کو قرآن مجید ہی کی طرح ضروری بلکہ قرآن مجید سے بھی زیادہ ضروری ٹھہرا کر فرقہ بند علماء کو انھیں چیزوں کا تبع بنا کر اور قرآن مجید کیطرف سے انکی توجہ کو ہٹا کر اسلام اور ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ اور بہت سے جتھوں اور گروہوں میں تقسیم کر دیا اور ہر گروہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھنے لگا۔ کُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَیۡهِمۡ فَرِحُونَ ۝

وَمَا یَتَّبِعُ اَکۡثَرُهُمۡ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ۝ (یونس۔ رکوع ۴۶)	اور ان لوگوں میں کے اکثر تو صرف گمان، و اٹکل پر چلتے ہیں سو اٹکل بازیاں حق کی مقابلے میں کچھ بھی کام نہیں آتیں یہ لوگ جیسی حماقتیں کر رہے ہیں خدا تعالےٰ انسے خوب واقف ہے

جبکہ مسلمانوں اور بالخصوص مسلمانوں کے عالم کہلانیوالے جاہلوں نے قرآن مجید کو چھوڑ کر ظنیات کو بنیاد مذہب قرار دے لیا تو ہدایت کے راستے مسدود اور کامیابی کی دروازے مقفل ہو جانے پر تعجب ہی کیوں ہو۔

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعۡرَضَ عَنۡهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتۡ یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اَکِنَّةً اَنۡ یَّفۡقَهُوۡهُ وَفِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ وَاِنۡ تَدۡعُهُمۡ اِلَی الۡهُدٰی فَلَنۡ یَّهۡتَدُوۡۤا اِذًا اَبَدًا (الکہف۔ ۸)	اور اس سے بڑھکر ظالم کون جسکو خدا کی آیتیں یاد دلائی جائیں اور وہ اُنسے روگردانی کرے اور اپنی پہلی کرتوتوں کو بھولجائے ہمنے انکے دلوں پر پردے ڈالدیئے ہیں تاکہ حق بات کو سمجھ نہ سکیں اور انکے کانوں میں ایکطرح کی گرانی پیدا کر دی ہے کہ حق بات کو سُن نہ سکیں اور اے رسول اگر تو ان لوگوں کو راہ راست کی طرف بلائے تو یہ کبھی بھی راہ پر ہونیوالے نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انما اخاف علی امتی الائمة المضلین۔ رواه ابو داؤد والترمذی۔ یعنی مجھے اپنی امت کے متعلق ڈر انھیں گمراہ کرنیوالے اماموں کا ہے کہ امام اور پیشوا بنکر لوگوں کو گمراہ کرینگے عام طور پر مسلمانوں کے عالموں اور مولویوں نے حق کی اشاعت و حمایت کو ترک کر کے اپنے اپنے جتھے اور اپنے اپنے گروہ کی بیجا حمایت کو اپنے اوپر فرض قرار دے لیا ہے اور اس طرح مسلمانوں کی فرقہ بندی و نااتفاقی کو

مستقل اور پائدار بنا دیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے مَن نصر قومہ علی غیر الحق فھو کالبعیر الذی ردی فھو ینزع بذنبہ - رواہ ابو داؤد - یعنی جو کوئی اپنی قوم کی مدد کسی امر ناحق پر کرتا ہے اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو کنویں میں گر گیا ہو اور پڑا ہوا دم ہلا رہا ہو۔ مسلمانوں کی نا اتفاقی اور گروہ بندی کا باعث صرف وہی لوگ ہیں جو مذہبی پیشوائی کے مدعی ہیں یہی لوگ اگر راہ راست پر آجائیں تو مسلمان اس تشتت و افتراق کی لعنت سے نجات پا سکتے ہیں اور ان کے راہ راست پر آنے کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ ان کو کتاب و سنت کیطرف متوجہ کیا جائے اور ان کو کتاب و سنت کیطرف متوجہ کرنیکے لئے عام مسلمان بھی اس طرح بہت کچھ موثر کوشش کر سکتے ہیں کہ انکی ہمت افزائی ترک کر کے ان کی خواہشات نفسانی کو پورا نہ ہونے دیں اور ان عالم نما فتنہ پردازوں اور پارسا صورت فاسقوں کی حقیقت سے واقفیت و آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور محض ان کے جبہ و دستار اور ریش و عصا و تسبیح اور چرب زبانی و خوش گفتاری و خوش الحانی کے فریب میں آنے سے اپنے آپ کو بچائیں مولوی رومی نے کیا خوب فرمایا ہو کہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　　پس بہ ہر دستے نہ باید داد دست

شیخ سعدیؒ شیرازی اسی مفہوم کو ایک دوسرے انداز میں ادا فرماتے ہیں کہ ؎

بہ نزدیک من شب رو راہ زن　　　بہ از فاسق پارسا پیرہن

مصر کے ایک عالم شیخ محمد ابو زید نے شیخ الاسلام مفتی ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب زاد المعاد کا خلاصہ ھدی الرسول کے نام سے شایع کیا اور مولینا عبدالرزاق ملیح آبادی نے اسوۂ حسنہ کے نام سے اسکا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ میرے پاس اسوقت یہی اردو ترجمہ موجود ہے۔ مصری عالم شیخ محمد ابو زید جو کچھ اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں میں اس کے ایک حصہ کا ترجمہ اسوۂ حسنہ سے نقل کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

جب ہم علماء کو دعوت دیتے ہیں کہ آؤ لوگوں کو اس ہدایت کی تلقین کرو اس صراط مستقیم کیطرف دعوت دو تاکہ سب ایک پیشوا (کتاب و سنت) کے زیر علم آجائیں جو ان میں اتفاق اور یگانگت پیدا کر کے اختلاف و افتراق کو

دور کردے اور دین اسلام اپنی تمام سہولتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو اور اپنے عمل کی آسانیوں کے ساتھ مغرب و مشرق۔ شمال و جنوب میں سیل رواں کی طرح پھیل جائے۔ جب یہ صدا بلند کیجاتی ہے تو اُدھر سے جواب ملتا ہے کہ تم اجتہاد کی دعوت دیتے ہو۔ مذاہب اربعہ کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کرتے ہو۔ ائمہ اربعہ کے فضل و تقدس پر حرف گیری کرتے ہو یہ کرتے ہو وہ کرتے ہو۔ حالانکہ ہم کوئی نئی بات نہیں کہتے صرف وہی کہتے ہیں جسکا بار بار خود اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے یعنی سنت نبوی کی پیروی۔ ائمہ اربعہ کو ہم کیا سمجھتے ہیں؟ اپنا سر تاج۔ ہمارا یقین ہے کہ ائمہ اربعہ اور ان کے قبل و بعد کے تمام ائمہ کا ہم مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے انھوں نے دین کی حفاظت کی اور بے کم و کاست ہم تک پہنچا دیا لہذا ہم ان کی حد سے زیادہ تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کے احسانات کے لئے شکر گزار رہتے ہیں لیکن اس کی معنیٰ یہ نہ ہونا چاہئے کہ ہم ان کی آراء و اقوال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال پر ترجیح دینے لگیں۔ خود ائمہ اربعہ نے بھی ہمیں ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ رسول صلعم کا قول سامنے آجائے تو ہمارے قول کو چھوڑ دو۔ کیوں نہیں۔ یہ لوگ سنت کے سب سے زیادہ پابند اور سب سے بڑے داعی تھے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان ائمہ نے محض اپنی آراء و اقوال کے لئے مذہبی کتابیں تصنیف کیں۔ اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کی ہدایت کی بلاشبہ ہر ایک نے اُن احادیث کی ایک ایک سند چھوڑی ہے جو ان تک پہنچی تھیں اور جن سے وہ مسائل کا استنباط کرتے تھے۔ باقی اور جسقدر کتابیں ان کی طرف منسوب ہیں ان کی نہیں ہیں۔ بعد کے لوگوں نے تصنیف کی ہیں تاکہ ان کے اجتہادات مدون کریں اور ان کے فتاویٰ پھیلائیں۔ پھر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان کتابوں کی تعداد بڑھتی گئی لوگوں نے نئے نئے مسائل اور نئے نئے احکام کا اختراع شروع کر دیا۔ یہانتک کہ ہزارہا مجلدات کا ذخیرہ

لم لیکن حضرت امام ابو حنیفہ کے نام سے جو چند مشہور ہیں وہ انکی نہیں امام صاحب نے کوئی تصنیف نہیں چھوڑی۔ (آثار ... از مولینا عبد اللہ صاحب ... آبادی)

جمع ہو گیا کہ جن کے مؤلفین شارحین اور محشین کے ناموں کا شمار بھی مشکل ہے، کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کتابیں کتب خانوں میں بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ رکھی جائیں اور اسمیں بھی کوئی ہرج نہیں کہ علماء ان سے ورزش ذہن اور توسیع فکر کا فائدہ اُٹھائیں اور اختلاف حالات سے پیدا ہو جانیوالے مسائل میں ان کے مؤلفین کی آراء سے بصیرت حاصل کریں۔ ہر زمانہ میں علماء کا فرض ہے کہ قوم کی سیاسی۔ اقتصادی۔ معاشرتی، اخلاقی ضرورتوں پر غور کریں۔ وسائل ترقی معلوم کریں اور امت کے لئے ایسے اصول و قواعد وضع کریں جو اصول دین کے مطابق ہوں۔ اسلامی شریعت دو قسم کے احکام پر مبنی ہے۔ ایک قسم تو ایسے احکام کی ہے جنمیں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا وہ ہمیشہ ایک حالت پر رہتے ہیں جیسے روزہ۔ نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات کہ جنکی ایک خاص شکل اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے جسمیں کسی تبدل کی گنجائش نہیں اور پھر اسکی کوئی ضرورت بھی نہیں کیونکہ یہ عبادات اپنی موجودہ ہیئت و احکام کے ساتھ ہی مفید ہیں یہ ہمیں یکجہتی کی طرف لیجاتی ہیں۔ ہمارے اندر نظام اور ڈسپلن (ضبط) پیدا کرتی ہیں۔ ہمیں ان تمام اجتماعی ترقیوں کے لئے تیار کرتی ہیں جو ہر زندہ قوم کے لئے ضروری ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں جو احکام اول دن سے دیدیئے ہیں وہی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہینگے۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

دوسری قسم اُن احکام و مسائل کی ہے جو امت کے عام دنیاوی حالات و معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً صلح و جنگ۔ بین الاقوامی تعلقات۔ تعلیم و تربیت، تجارت، صنعت و حرفت۔ تعزیرات وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ حالات کبھی ایک حالت پر نہیں رہتے ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے ضرور ہے کہ ان کے بارے میں شریعت کے احکام بھی اٹل نہ ہوں چنانچہ شریعت نے یہی کیا ہے۔ اس نے ان کے لئے عام اصول و قواعد تو وضع کر دیئے ہیں لیکن جزئی و تفصیلی احکام دینے

سے احتراز کیا ہے تاکہ امت کے لئے دنیاوی ترقیوں کا راستہ پوری طرح باز رہے ایک طرف شریعت نے یہ کیا اور دوسری طرف علماء اور اہل الحل والعقد پر فرض کر دیا کہ مختلف حالات میں اپنے فہم واجتہاد سے قوانین بناتے رہیں۔ رسول اللہ صلعم اور صحابہ رضؓ میں سے اہل شوریٰ اپنے زمانہ کے حالات کے لئے قوانین وضع کرتے تھے جن میں ان کلی اصول کی پابندی ملحوظ رہتی تھی جو اللہ کی شریعت نے مقرر کر دیئے ہیں۔ یہ اصول اپنے منطوق ومفہوم میں اتنے وسیع وہمہ گیر ہیں کہ ان تمام گوناگوں حالات کو محیط ہو جاتے ہیں جو امتداد زمانہ سے برابر بدلتے رہتے ہیں پس ہمارے زمانہ کے علماء کا بھی فرض ہے کہ امت کی باگیں اپنے ہاتھ میں لیں۔ شریعت کے کلی اصول کے ماتحت حسب ضرورت نئے نئے قوانین بنائیں یہ نہ ہو کہ ہر نئی بات کے سامنے پتھر کیطرح سخت ہو جائیں قوم پر ترقی کا راستہ بند کرنے لگیں۔ تکفیر وتفسیق کے فتوے جیبوں میں لئے پھریں اور ہر مخالف کو ملحد وزندیق کے نام سے پکارنے لگیں نیز ایسے بھی نہو جائیں کہ ہر مغربی چیز کے دلدادہ بنجائیں اور تقلید یورپ میں شریعت اور خصوصیات امت کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کی بربادی کے باعث نہیں بلکہ ان کا راستہ درمیانی اور معتدل راستہ ہو۔ نہ افراط ہو نہ تفریط۔ ایک طرف امت کا رشتہ شریعت سے جوڑے رہیں۔ دوسری طرف زندگی کے تمام شعبوں میں اسکی رہنمائی وقیادت کریں۔ اس صورت میں کتب فقہ علماء کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ وہ انھیں دیکھیں اور معلوم کریں کہ دوسرے زمانوں میں علماء نے کس طرح قانون بنائے۔ نئے حالات میں کیا حکم دیئے اگر ان کے قوانین وفتاویٰ میں اس زمانہ کے علماء کو کوئی چیز پسند آجائے اور سمجھیں کہ آج بھی امت کے لئے مفید ہوگی تو فوراً لے لیں یا کچھ قطع وبرید کر کے مناسب حال بنالیں ورنہ چھوڑ دیں۔ یہ تو کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو مقدس مان کر ان کی عبادت شروع کر دیں۔ ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں اور اختلاف کرنیکو ناقابل معافی گناہ

سمجھیں لیکن افسوس ہمارے زمانہ کے علماء نے امت کی رہنمائی کا فرض بالکل پس پشت ڈالدیا ہے اپنے اوپر عجز و نا اہلی کی مہر لگالی ہے تقلید کو شیوہ بنالیا ہے تن آسانی کے دلدادہ ہورہے ہیں اسی لئے محنت کرنے کی بجائے ان کتابوں ہی کو قبلۂ حاجات قرار دے لیا ہے اور ان کی غلامی و اسیری کچھ اس طرح بھاگئی ہے کہ آزادی کا نام تک نہیں لیتے۔ افسوس ہمارے علماء خود پست ہوگئے ہیں۔ امت کی پستی کا باعث ہوئے ہیں اور اپنی تنگدلی و تنگ نظری سے خود مذہب کو پست کر رہے ہیں۔ پھر ستم یہ ہے کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کی اتباع اور ان کے مصنفین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں۔ اگر کوئی روگردانی کرے اور کہے کہ ہمارے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کفایت کرتی ہے تو اس پر زندیقیت اور خروج عن الملت کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ ائمہ کرام نے اسے نہ کبھی پسند کیا۔ نہ اس پر عمل کیا اور نہ کسیکو ایسا کرنیکا حکم دیا۔"

پھر اپنی اسی کتاب کے خاتمہ میں مذکورہ مصری عالم فرماتے ہیں کہ

"آج مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں پست ہیں حتیٰ کہ مذہب اور مذہبی تعلیم میں بھی ان کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ وہ ایسی کتابوں کے درس و تدریس میں مشغول ہیں جنھوں نے انھیں قرآن سے دور لیجا ڈالا ہے اب کتاب اللہ کی تلاوت ہدایت و عمل کے لئے نہیں صرف تبرک کے لئے رکھی ہے۔ حالانکہ اگر ہماری مشغولیت قرآن میں ویسی ہی ہوتی جیسی سلف صالح کی تھی تو آج یہ حالت نہ ہوتی کہ ہم پست ہیں اور اغیار بلند۔ کاش ہم جانتے کہ اغیار کی یہ تمام ترقی و سربلندی انھیں اصولوں کی پابندی کی بدولت ہے جو قرآن ہمارے لئے لایا تھا مگر ہمنے ان سے روگردانی کی اور اغیار نے باوجود کافر ہونے کے انکا خیر مقدم کیا اور تمام دنیا پر چھاگئے۔"

مصری عالم شیخ محمد ابوزید نے اوپر علمائے مصر کا حال لکھا ہے جو حرف بحرف علمائے ہندوستان پر بھی منطبق ہوتا ہے۔

صبر و استقامت اور علماء

انبیاء علیہم السلام کی متفقہ سنت ہے کہ ہر نبی کی مخالفت ضرور ہوئی اور مصیبتوں کے بادل ہر ایک نبی پر ضرور امنڈ امنڈ کر آئے اور انبیاء علیہم السلام نے صبر اور استقامت سے کام لیا اور اپنے فرض کی انجام دہی سے باز نہیں رہے۔ خدائے تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا (الانعام۔ ۴)	اور اے رسول تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں پس انھوں نے لوگوں کو جھٹلانے پر اور انکی ایذا دہی پر صبر کیا یہانتک کہ ہماری مدد انکے پاس آپہونچی۔

اسی طرح علمائے ربانی اور داعیان حق پر بھی جو انبیاء علیہم السلام کے جانشین ہوتے اور اعلاء کلمۃ الحق کا کام انجام دیتے ہیں۔ مصائب ضرور آتے ہیں اور ان کی مخالفت پر شیطانی لشکر ضرور صف آرا ہوتا ہے جسطرح انبیاء علیہم السلام کو باطل کے فرزندوں سے گالیاں سننی پڑتی اور انواع واقسام کے بہتانوں اور طرح طرح کی اذیتوں سے واسطہ پڑتا ہے اسی طرح علمائے ربانی کو بھی یہ تمام مرحلے لازماً طے کرنے پڑتے ہیں۔ علمائے ربانی انبیاء علیہم السلام کیطرح تقویٰ شعاری و پرہیز گاری اختیار کر کے اپنے علم کے ساتھ عمل کو بھی لازم قرار دے لیتے ہیں یہی لوگ اس بات کے مستحق ہوتے ہیں کہ لوگوں کے پیشوا اور امام بنیں اور انھیں کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ٥ (السجدہ۔ رکوع ۳)	اور ہمنے انہیں سے دین کے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم کی موافق لوگونکو ہدایت کیا کرتے تھے اور یہ منصب امامت انکو اس حالت میں ملا جبکہ انھوں نے لوگونکی ایذا و پر صبر کیا اور ہماری آیات کا ان کو یقین تھا۔

علمائے سوء اور گمراہ کرنیوالے علماء کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے جیسا کہ فرمایا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ	اور اے رسول ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا و جسکو ہمنے اپنے احکام دئے تھے پھر وہ پابندی احکام الٰہی سے جدا ہو گیا پھر شیطان

مِنَ الْغٰوِیْنَ ۵ (الاعراف۔ رکوع ۲۲) | اسکے پیچھے لگا اور وہ شیطان کا معمول بنکر گمراہوں میں شامل ہوگیا۔

ان لوگوں پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے اور یہ حوادث و مصائب کے نزول و وقوع پر ثابت قدم نہیں رہا کرتے کبھی حرص و ہوا میں کبھی خوف و لالچ میں اور کبھی ضد و عداوت میں مبتلا ہو کر صراط مستقیم سے جدا ہو جاتے اور تبلیغ حق کے کام میں سخت رکاوٹ اور داعیان حق کے لئے مصیبت بنجاتے ہیں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۵
(آل عمران - ۱۹)

مسلمانو! تمہارے مالوں کی نقصان اور تمہاری جانوں کی زیاں میں ضرور تمہارے ایمان کی آزمائش کیجائیگی اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دیجا چکی ہے انسے اور مشرکین کے منہ سے تم بہت سی ایذا کی باتیں ضرور سنوگے اور اگر صبر کرتے رہو اور پرہیزگاری کو ہاتھ سے نہ جانے دو تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ داعیٔ حق کو مال اور جان دونوں میں مصیبت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اہل کتاب اور مشرکین کی بدگوئیوں کی ایذائیں سہنی پڑینگی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بدگوئیوں کا سننا بھی لازمی ہے اور اسکا علاج صبر اور تقویٰ ہے اور صبر و تقویٰ کے اختیار کرنیکی مدح فرمائی اور اسکو اولوالعزمی قرار دیا۔ پھر انھیں علمائے ربانی اور قرآن مجید کو کتاب برحق یقین کرنیوالوں کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا

وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۵ وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا نے جن باہمی تعلقات کے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے انکو جوڑے رکھتے اور اپنے رب سے ڈرتے اور قیامت کیدن بُری طرح حساب لئے جانے کا اندیشہ رکھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی رضا کو ملحوظ رکھکر دنیا کی تکلیفوں پر صبر کیا اور نمازیں پڑھیں اور ہمنے جو ان کو روزی دی تھی اس میں سے چھپا کر بھی اور علانیہ بھی خدا کی راہ میں خرچ کیا اور برائی کے مقابلہ میں نیکی کرتے ہیں

اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۵	یہی لوگ ہیں جنکا انجام بخیر ہے۔

(الرعد - رکوع ۳)

پھر انہیں لوگوں کے ذکر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ لوگ جنت میں داخل ہونگے تو فرشتے جنت کے ہر ایک دروازہ سے داخل ہو ہوکر ان سے کہینگے کہ

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۵ (الرعد - ۳)	سلامتی ہو تم پر جو تم صبر کرتے رہے ہو یہ اسی کا صلہ ہے پس تمہاری دنیا کا کیسا اچھا انجام ہوا۔

پھر فرمایا کہ

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ ط وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۵ (التغابن - رکوع ۲)	بے اذن خدا کوئی آفت بھی نہیں آیا کرتی اور جو شخص خدا پر یقین رکھیگا مصیبت میں خدا اس کے دل کو ٹھکانے سے لگائے رکھیگا۔

معلوم ہوا کہ جب خدائے تعالیٰ پر ایمان کامل میسر ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت کرتا ہے اور وہ مصیبت کا حکم الٰہی سے آنا یقین کرکے خدا ہی سے اسکے دور ہونے کے لئے دعاء کرتا ہے شیطانی لشکر سے مرعوب نہیں ہوتا پھر فرمایا کہ

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ أُولٰٓئِکَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (البقرہ رکوع ۱۹)	اور اے رسول صبر کرنیوالوں کو خوشنودی خدا اور کشایش کی خوشخبری سنا یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں ہمکو جس حال میں چاہے رکھے اور ہم اسی کیطرف لوٹ کر جانے والے ہیں تو وہ ہمکو ہمارے صبر کا اجر دیگا یہی لوگ ہیں جنپر انکے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں۔

جسکو اللہ تعالیٰ شاباش کہے اور جسپر اللہ رحمت فرمائے اور اسکو راہ یاب کرے اس کے اجر اور مرتبہ کا کیا کہنا پھر فرمایا

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۵ (ال عمران - رکوع ۲۰)	مسلمانو ان تکالیف کو جو خدا کی راہ میں تمکو پیش آئیں برداشت کرو اور ایکدوسرے کو صبر کی تعلیم دو اور آپسمیں ملکر رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ آخر کار تم اپنی مراد کو پہنچو۔

قرآن مجید میں ستر سے زیادہ مقامات پر اسی طرح صبر کا ذکر آیا ہے تمام آیات کو اس جگہ نقل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ شدید آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے اُن کے بعد سب سے زیادہ آزمائش میں علماء ڈالے جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ورثۂ انبیاء ہیں پھر ان کے بعد صلحاء" غرض یہ قدیمی سنت ہے کہ داعیان حق اور علمائے ربانی کو مصائب و مشکلات کا مقابلہ ضرور کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ اپنی ثابت قدمی اور بہادری کا اظہار فرماتے رہے ہیں اور کوئی چیز بھی ان کو اعلاء کلمۃ الحق سے باز نہیں رکھ سکی ہے۔ حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ کو بسطام کے مولویوں نے سات مرتبہ شہر سے جلا وطن کیا اور ہر مرتبہ لوگ ان کے خلوص اور پاک باطنی سے متاثر ہو ہو کر ان کو شہر میں واپس لاتے رہے۔ حضرت ذو النون مصری رحمہ کو مصر سے طوق و زنجیر ڈالکر نکالا گیا۔ حضرت جنید بغدادیؒ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ محمد بن فضیل بلخی کو محض تتبع حدیث ہونیکی وجہ سے گلے میں رسّی ڈالکر بلخ سے نکالا گیا۔ حکیم ترمذی کو لوگوں نے ان کی کتابوں علل الشریعہ اور ختم الاولیاء کا انکار کرکے شہر بدر کیا اور ان پر یہ الزام لگایا کہ انھوں نے اولیاء کو انبیاء پر فضیلت دی ہے حالانکہ کلام انکا ماوٗل تھا۔ ابو عثمان مغربی کو علویہ نے ایک اونٹ پر سوار کرکے مکہ کے بازاروں میں گشت کراکر مکہ سے نکالدیا حالانکہ وہ بڑے عالم و عابد تھے۔ سبکی رحمہ پر جو بڑے عالم اور تتبع سنت تھے کفر کا فتوے لگایا یہ سنکر ابو الحسن خوارزمی نے کہا کہ اگر خدا جہنم پیدا نہ کرتا تو اب وہ سبکیؒ کو ایذا دینے اور ان کے خلاف فتویٰ دینے والوں کی سزا دہی کے لئے ضرور جہنم پیدا کرتا اور اگر سبکیؒ جنت میں داخل نہ ہوگا تو اور کون ہے جو جنت میں داخل ہو سکیگا۔ امام ابو بکر نابلسی بڑے صاحب فضل و علم و زہد و استقامت علی الطریقت تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے اہل مغرب نے ان کو گرفتار کرکے مصر کی جانب روانہ کیا اور بادشاہ کے سامنے ان کے خلاف گواہی دی۔ وہ اپنے قول سے نہ پھرے ان کی کھال اُدھیڑی اور وہ زندہ تھے اور

قرآن مجید پڑھتے تھے قریب تھا کہ اس حال کو دیکھکر لوگ فتنہ میں پڑجائیں۔ یہ خبر بادشاہ کو پہونچی تو حکم دیا کہ قتل کرکے کھال نکالو۔ ابو القاسم نصر آبادی کو جو صلاح وزہد و ورع و اتباع سنت میں ممتاز تھے لوگوں نے ان کے کلام واحوال کا انکار کرکے بصرہ سے نکالدیا۔ امام غزالی رحمہ پر اُن کی کتاب احیاء العلوم کیوجہ سے کفر کا فتویٰ لگا یا گیا پھر خدا تعالےٰ نے اُن کی ایسی مدد کی کہ احیاء العلوم آب زر سے لکھی گئی۔ شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمہ صاحب فتوحات مکیہ وفصوص الحکم پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ امام ابو حنیفہؒ کو منصب قضا قبول نہ کرنے پر کوڑے لگائے گئے اور قید کیا گیا۔ امام مالک رحمہ اللہ علیہ کا ہاتھ خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس لئے توڑ دیا تھا کہ انھوں نے ایک فتویٰ خلیفہ کے منشا کے خلاف دیا تھا۔ حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ کو مسئلہ خلق قرآن کے سبب سخت اذیتیں پہنچائی گئیں اور قید کئے گئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم رحمہم جلاوطنی تشہیر، قید اور تعزیر کی سخت ترین مصیبتیں ابنائے زمانہ کے ہاتھوں وارد ہوئیں۔ امام نسائی رحؒ کو جنکی کتاب صحیح نسائی صحاح ستہ میں شامل ہے اسقدر مارا کہ وہ مرگئے۔ امام بخاریؒ کو بخارا سے نکالدیا گیا اور وہ موضع خرتنگ میں جاکر فوت ہوئے۔ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی کو جہانگیر بادشاہ نے سجدۂ تعظیمی نہ کرنے پر تین سال تک قلعہ گوالیار میں قید رکھا۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمہ مرزا نجف خاں شیعی کی جماعت کے ہاتھ سے بضرب قرابین شہید ہوئے۔ علمائے ربانی کی اس فہرست کو بہت طول دیا جاسکتا ہے محض مثال کے طور پر چند بزرگوں کے حالات کتاب تصلیتہ المصاب سے انتخاب کرکے اس جگہ درج کردیئے گئے ہیں۔

یہ بات زیادہ پیچیدہ نہیں اور بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ جو شخص اعلاء کلمتہ الحق کریگا اسکا کام نفس پرست فاسقوں۔ زالِ دنیا کے عاشقوں۔ قیامت کے منکروں۔ جاہ وزر کے غلاموں۔ نامرد شکم پروردں اور ارباب حکومت کو خدا سمجھنے والوں کو یقیناً ناگوار گزریگا اور وہ ضرور اسکی کامیابی کو اپنی نامرادی یقین

کر کے اسکی مخالفت پر کمربستہ و متفق ہو جائینگے اور اسکو اسکے پاک اور نیک کام سے باز رکھنے کے لئے انواع و اقسام کی تدابیر اور ابلیسی سازشوں کو کام میں لائینگے اقوام و ممالک اور انبیاء کی تاریخیں اس حقیقت سے لبریز ہیں کہ ہر زمانہ میں داعیان حق کو ضرور باطل کے فرزندوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اور انھوں نے ہمیشہ صبر یعنی بہادری و ثابت قدمی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اس حقیقت کو کتاب الٰہی اور سنت نبوی صلعم نے بھی واضح و آشکارا کر دیا ہے لہذا طالب حق کو حقانی و شیطانی علماء کے امتیاز میں اور دونوں کو الگ الگ پہچاننے میں اس طرح بھی آسانی ہو سکتی ہے کہ وہ دیکھے اور غور کرے کہ کونسا عالم و واعظ عوام کالانعام کے مذاق کی پیروی کرتا اور انکو رضامند اور خوش رکھنے کے لئے ایک بازیگر یا تھی ایٹر کے ایک ایکٹر کیطرح اپنی تمام کوشش و ہمت صرف کرتا اور مال و زر کے وصول اور اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے سب کچھ کر گزرتا ہے اور کون سا عالم و واعظ لوگوں کو قرآن مجید و سنت نبوی کی اتباع و پیروی پر آمادہ کر کے مسلمانوں میں صحیح جذبۂ عمل پیدا کرتا اور ان کو ذلیل و پست خواہشات اور بہیمی جذبات سے جدا کرنے میں ایک ہمدرد اتالیق اور شفیق استاد یا حاذق طبیب کیطرح اعلیٰ مقاصد اور حقیقی کامرانی تک پہونچانے میں کوشاں اور ہر قسم کے خوف و لالچ سے پاک وصاف اور روحانی بیماروں اور باطل کے فرزندوں کی مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کو خاطر میں نہ لاکر اپنے کام میں مصروف رہتا اور خدا کے سوا نہ کسی سے ڈرتا اور نہ کسی سے کوئی التجا کرتا ہے۔

علمائے اسلام اور علمائے بنی اسرائیل

حدیث شریف ہے کہ عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتتبعن سنن الذین من قبلکم شبرا بشبرٍ و ذراعا بذراعٍ حتی لو دخلوا فی جحر ضب لاتبعوھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال

فمن - رواہ المسلم (ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ ضرور ان لوگوں کی پیروی کروگے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ جدھر بالشت بھر گئے تم بھی بالشت بھر جاؤگے وہ جدھر گز بھر گئے تم بھی گز بھر جاؤگے یہانتک کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے تو تم بھی ضرور سوسمار کے سوراخ میں گھسوگے صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا پہلے گزرے ہوے لوگوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں آپؐ نے فرمایا یہود و نصاریٰ نہیں تو اور کون ؟)

اس حدیث میں بالشت اور گز سے مراد اہل کتاب کے ساتھ ہر امر قلیل و کثیر اور ادنیٰ و اعلیٰ میں موافقت کرنا ہے ساتویں صدی ہجری میں امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا جو پورا ہوگیا وہ اگر اس زمانہ کے مسلمانوں کو دیکھتے تو یقیناً کہتے کہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہوگئے ہیں -

حدیث ابن عمرؓ میں فرمایا " لیاتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذلک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی- رواہ الترمذی (جو کچھ بنی اسرائیل پر گزرا وہی ماجرا میری امت پر بھی گزرنیوالا ہے جیسے ایک پاپوش برابر دوسری پاپوش کے ہوتی ہے یعنی بلا تفاوت یہانتک کہ اگر ان میں کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہونگے جو یہ کام کرینگے اور بنی اسرائیل بہتّر فرقے ہوگئے تھے اور میری امت تہتّر فرقے ہو جائیگی یہ سب فرقے دوزخ میں جائینگے مگر ایک گروہ جنتی ہوگا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ ایک گروہ کونسا ہوگا فرمایا کہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہوگا)

آج ہر ایک شخص جس کا جی چاہے اپنے عقیدہ و عمل کو الفاظ " ما انا علیہ و اصحابی " پر عرض کرکے معلوم کرسکتا ہے کہ وہ فرقۂ ناری میں ہے یا فرقۂ ناجی میں اسلئے

کہ آنحضرت صلعم کے تمام احوالِ ظاہر و باطن کا روزنامچہ کتب حدیث و سیر میں موجود اور سیرت صحابہ و دوا وین اسلام میں مرقوم و محفوظ ہے۔ حدیث ابی واقد لیثی میں قصہ ذات انواط کے ذیل میں فرمایا والذی نفسی بیدہ لترکبن سنن من کان قبلکم۔ رواہ الترمذی (واللہ تم لوگ اگلوں کی چال پر چلوگے)

جبکہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی بداعمالیوں کی مثالیں مسلمانوں میں پیدا ہونی ضروری و لازمی ہیں تو اہل اسلام کے علمائے سوء کی شناخت کے لئے ایک یقینی معیار ہاتھ آجاتا ہے۔ قرآن مجید نے اہل کتاب کے احبار و رہبان کی بداعمالیوں کا ذکر جابجا کیا ہے مسلمانوں کے جو عالم یا مولوی اُسی روش پر ہوں وہ یقیناً علمائے سوء اور مسلمانوں کو گمراہ کرنیوالے سمجھے جائینگے مثلاً خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	کیا تم دوسرے لوگوں نیکی کرنیکو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب الٰہی بھی پڑھتے رہتے ہو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

(البقرہ - رکوع ۵)

معلوم ہوا کہ جو لوگ مولوی بنے ہوئے لوگوں کو وعظ سناتے پھرتے۔ انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے اور دنیا کو سجن المؤمن اور جنت الکافر بتا کر آخرت کی تیاری کا حکم دیتے ہیں اور خود دنیا طلبی اور روپیہ وصول کرنیکی فکر میں ہمہ اوقات غرق اور ٹکوں کے لالچ ہی میں واعظ بنکر گھر سے نکلتے ہیں اور روپیہ وصول کرنیسے کبھی انکا پیٹ نہیں بھرتا وہ یقیناً علمائے ربانی نہیں ہیں بلکہ شیطان کے ایجنٹ ہیں جو اپنا بدنمونہ دکھا کر دوسروں کے لئے بھی اس بدعملی کی زبردست ترغیب بہم پہونچاتے ہیں۔ ایسے مولویوں اور ایسے واعظوں کی ہمت افزائی یقیناً گناہ اور انکی گرم بازاری امت مرحومہ کے لئے سراسر نقصان اور موجب زیاں ہے پھر فرمایا

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ٥	اور بعض انمیں ان پڑھ ہیں جو سوا الفاظ بول لینے کے سوا کتاب الٰہی کے مطلب کو کچھ بھی نہیں سمجھتے اور وہ فقط خیالی تکے چلایا کرتا ہے۔

(البقرہ - رکوع ۹)

مسلمانوں کے اکثر مولویوں اور واعظوں کی یہ حالت ہے کہ کتاب اللہ سے خود تو جاہل ہوتے ہی ہیں دوسروں کو بھی قرآن مجید کی تعلیم و تعلم سے روکتے اور کہتے ہیں کہ کتاب الٰہی کا سمجھنا غیر ممکن ہے لہٰذا اسے سمجھو نہیں بلکہ صرف طوطے کی طرح پڑھا کرو۔ خود اُن کے مدارس میں بھی قرآن مجید کی باضابطہ تعلیم کا کوئی اہتمام نہیں۔ ہاں تفسیر کی بعض کتابیں پڑھائی جاتی ہیں مگر یہ اُن کتابوں کی تعلیم ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی نہیں۔ مفسر کی قیل وقال پر بحث وگفتگو ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے معانی و مطالب کے فہم اور اسپر عمل کا خیال نہ معلم کو ہوتا ہے نہ متعلم کو اس لئے کہ ان کے زعم باطل میں قرآن مجید کا فہم ناممکن ہے۔ لہٰذا جو مولوی قرآن مجید سے استدلال نہیں کرتا اور قرآن کے سمجھنے اور سمجھانے کو منع کرتا ہے اور قرآن مجید کا سمجھنا ناممکن بتاتا ہے وہ یقیناً علمائے سوء میں شامل ہے۔ پھر فرمایا

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ (البقرہ - ۱۰)	کیا تم کتاب الٰہی کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے۔

پھر انھیں اہل کتاب کی نسبت فرمایا کہ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ (البقرہ - ۱۰)	یہی ہیں جنھوں نے آخرت کی زندگی کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی ہے

پس جو مولوی یا مفتی بعض مسائل میں قرآن مجید کے صریح احکام کے خلاف اپنے اماموں، استادوں اور بزرگوں کی رائے اور مسلک کو مقدم رکھے اور آیات قرآنیہ کو کھینچ تان کر اس کے ماتحت لانا چاہے یا اس آیت کو منسوخ و ناقابل عمل قرار دے وہ بھی مذکورہ علمائے اہل کتاب میں شامل اور دنیا پرست علمائے سوء میں داخل ہے

پھر فرمایا۔

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ - رکوع ۱۲)	ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پشت کے پیچھے پھینکا اس طرح کہ گویا ان کو کچھ خبر ہی نہیں۔

پس جو مولوی یا واعظ یا مفتی قرآن مجید کو نا قابل فہم سمجھکر مطلق اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور ادہر ادہر کی سیکڑوں حکایتیں اور کہانیاں اور اقوال سناتے مگر آیات قرآنیہ کیطرف نہ خود متوجہ ہوتے نہ دوسروں کو توجہ دلاتے ہیں اور اپنے فتوؤں کو قرآن مجید کی کسی آیت سے مدلل کرنا عیب جانتے ہیں وہ بھی اسی مذکورہ گروہ یعنی علمائے سوء میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا کہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ط

اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کا مذہب کچھ نہیں حالانکہ وہ دونوں فریق کتاب الٰہی کو پڑھنے والے ہیں۔

(البقرہ - ۱۴)

پس جو مولوی بلا دلیل قرآنی ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کے فتوے صادر کرنے میں مصروف رہتے ہیں وہ بھی انھیں علمائے سوء میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ ط

جو لوگ اُن احکام کو جو خدا نے اپنی کتاب میں نازل کئے ہیں چھپاتے اور اسکے عوض تھوڑا سا دنیوی معاوضہ حاصل کرتے ہیں یہ لوگ اور کچھ نہیں بلکہ اپنے پیٹو نمیں انگارے بھرتے ہیں۔

(البقرہ - ۲۱)

پھر فرمایا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط

اور جب خدا نے اہل کتاب سے قول و قرار لیا کہ وہ کتاب جو تمکو دیگئی ہے لوگوں سے اسکا مطلب صاف صاف بیان کردینا اور اسکی کسی بات کو ہرگز نہ چھپانا مگر انہوں نے اس قول کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور کتاب الٰہی کو پس پشت پھینکدیا اور اسکے عوض میں تھوڑے سے دام یعنی دنیوی منافع حاصل کئے۔

(آل عمران - ۱۹)

معلوم ہوا کہ جو لوگ دیدہ و دانستہ محض کسی لالچ کی بنا پر احکام قرآنیہ کا اعلان نہیں کرتے وہ بھی علمائے سوء کے گروہ میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (ال عمران ۔۳)	اے رسول کیا تونے اُن علمائے یہود کے حال پر نظر نہیں کی جنکو فہم کتاب الٰہی کا ایک حصہ ملا تھا اب انکو کتاب الٰہی کیطرف بلایا جاتا ہے تاکہ کتاب الٰہی ہی ان کے درمیان فیصلہ کرے پھر انمیں کا ایک گروہ اس سے انکار کرتا ہے اور وہ کتاب الٰہی سے منحرف ہیں

جو مولوی قرآن مجید کو حَکَم اور فیصلہ کنندہ نہ بنائے اور قرآنی فیصلہ سے انکار کرے اور غیر القرآن کو حکم بنانے اور مقدم رکھنے پر اصرار کرے وہ یقیناً مذکورہ گروہ یعنی علمائے سوء میں شامل ہے پھر فرمایا

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (ال عمران ۔ ۷)	اے اہل کتاب کیوں حق و باطل کو گڈ مڈ کرتے اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم حقیقتِ حال سے واقف ہو۔

اس آیت میں جن اہل کتاب کا ذکر ہے اُن کی مثالیں آج مسلمانوں کے علماء میں بڑی ہی کثرت سے تلاش کیجا سکتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ

وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (ال عمران ۔ ۸)	اور ان اہل کتاب میں سے بعض ایسے ہیں کہ ایک دینار بھی اُنکے پاس امانت رکھو تو وہ تمکو بدون اسکے واپس نہ دیں کہ ہمہ اوقات تقاضے کے لئے انکے سر پر کھڑے رہو ان لوگوں میں یہ بدمعاملگی اس لئے آئی کہ وہ کہتے ہیں کہ عرب کے جاہلوں کا حق مار لینے میں ہمسے باز پرس نہوگی اور جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

امانت میں خیانت کرنیوالے اور غیر مسلموں کا مال مار لینے کو جائز ٹھہرانے والے بدمعاملہ مولوی بھی اسی ناستودہ گروہ میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ (النساء ۔ ۸)	اے رسول کیا تونے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جنکو کتاب آسمانی سے حصہ دیا گیا وہ بتوں اور شیطانوں کا کلمہ پھرنے لگے اور مشرکوں کی نسبت کہنے لگے کہ مسلمانوں سے تو یہی لوگ زیادہ رو براہ ہیں۔

تمام سرکار پرست عالم اور خادمانِ اسلام کے پاک اور نیک کاموں میں رکاوٹیں ڈالنے والے حسد پیشہ مولوی اس گروہ میں شامل ہیں۔ پھر فرمایا

یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ ط

(النساء - رکوع ۲۳)

اے اہل کتاب اپنے دین میں افراط تفریط نہ کرو اور خدا کی نسبت حق بات کے سوا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالو۔

اور فرمایا کہ

قُلْ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْا اَھْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ ۵

(المائدہ - رکوع ۱۰)

اے رسول کہدے کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں افراط تفریط نکرو اور نہ اپنے ان بڑوں کی نفسانی خواہشات پر چلو جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے ہیں۔

غلو فی الدین کے جسقدر طوفان مسلمانوں میں اُمڈے ہوئے ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ غالی مولویوں کو دین کے اصولی عقائد و اعمال کے برباد اور ضائع ہونے کی مطلق پروا نہیں لیکن فروعی اور وضعی سنتوں کے قیام میں حد سے زیادہ غلو کام میں لاتے ہیں۔ ڈاڑھی کی وضع وقطع۔ پائجاموں کے اونچے اور نیچے ہونے۔ کوٹ اور پتلون اور ٹوپی یا ہیٹ کے معاملہ میں کفر تک کے فتوے صادر ہو جاتے ہیں اور اکل بالباطل۔ طاغوت پرستی۔ دنیا کو دین پر مقدم کرنے۔ خدا کی راہ میں مصائب برداشت کرنے سے جی چورانے اور منافقوں کے قدم بقدم چلنے کو یہ کبھی روکنا نہیں چاہتے۔ پھر فرمایا کہ

سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۵

(المائدہ - ۶)

یہ لوگ جھوٹی باتوں کے لئے کنسوئیاں لیتے پھرتے اور حرام مال کھاتے رہتے ہیں۔

اور فرمایا

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَا

مسلمانو اہل کتاب کے اکثر عالم اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق

وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبہ۔ رکوع ۵)	ڈکارتے اور راہِ خدا سے لوگوں کو روکتے ہیں

مولویوں اور پیشہ ور واعظوں اور مسجد کے اماموں اور بگلا بھگت پیروں کی حالت پر غور کرو کہ انھوں نے اپنا پیٹ پالنے کے لئے کیسی کیسی بدعتیں رائج کی ہیں تیجے دسویں۔ چالیسویں اور برسی کی رسموں کے ذریعہ نیز ختم قرآن کی اُجرت اور فتوؤں اور وعظوں کے معاوضہ اور نذرانوں کے وسیلے سے ایصال زر کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ مسجدوں میں طاق بھرنے۔ مُردوں کے لئے سات جمعراتوں تک کھانا کھلانے۔ چالیسویں دن مردہ کی روح کو گھر سے رخصت کرنے کے لئے مولود خوانی کرانے کی ترکیبوں سے آمدنی کے وسائل کو بھی ناکافی تصور کرکے اور بھی بہت سی نئی نئی چیزیں مقامی طور پر یہ لوگ ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ بعض مولویوں کی اس حرکتِ ناشایستہ کا حال مجھکو بعض دوستوں نے سنایا کہ وہ خود کسی آریہ پنڈت کے پاس پہونچے اور کہا کہ اب بہت دنوں سے کچھ آمدنی کی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ یا تو تم اپنے کسی لیکچر اور دواخیان میں اسلام پر حملہ کرو اور ہم اسپر مسلمانوں کو جوش دلاکر ایک مباحثہ کا اکھاڑا جمودیں یا پھر ہم اپنے وعظ میں آریہ مذہب کے خلاف سخت سست کہیں اور تم ہمارے ان الفاظ پر نوٹس لیکر ہندؤں میں جوش وخروش پیدا کرو اور ہمارے پاس مباحثہ کا چیلنج بھجوادو اس طرح ہمارا اور تمہارا دونوں کا کام بنجائیگا اور ہماری اور تمہاری دونوں کی قدر و منزلت اپنی اپنی قوم میں بڑھ جائیگی چنانچہ آریہ پنڈت رضامند ہوگئے اور مباحثہ کا اکھاڑہ منعقد ہوگیا اور مولویصاحب نے مقامی مسلمانوں سے کئی سو روپیہ چندہ کا جمع کیا اور اپنے خاص الخاص ہم خیال وہمراز مولویوں کے پاس شرکت مباحثہ کے دعوت نامے بھجوائے کئی روز تک خوب چہل پہل رہی۔ پلاؤ، قورمے۔ زردے سے مولویوں کے تنور شکم خوب گرم ہوتے رہے۔ رخصت کیوقت کسی کو دس کسی کو بیس اور کسی کو پچیس روپیہ دانت گھسائی اور تکلیف فرمائی کے

دئے گئے اور سب سے زیادہ ہوئی رقم ان محرک مولوی نے پوری چالاکی و بدمعاشی کو کام میں لاکر خود ہتیائی اور عام مسلمانونکو اُلّو بنا کر چھوڑ دیا کہ پہلے سے زیادہ مولویصاحب کو حامیٔ اسلام و مشیر اسلام اور خادم دین متین سمجھکر دست بوسی میں سنعدی دکھاتے رہیں۔

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ ۱۲)	اور یقیناً بہت ہی بُرا معاوضہ ہے جسکے بدلے انھوں نے اپنی جانوں کو بیچا کاش ان کو اتنی سمجھ ہوتی۔

اور فرمایا

وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ (المائدہ-۳)	اور ہمنے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔

آجکل کے مولویوں کی درشت مزاجی و سنگدلی جسکا اظہار کمزوروں کے مقابلے میں ہوتا ہے کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن یہی مولوی امیروں اور سرکاری اہلکاروں کے آستانوں پر عموماً سربسجود نظر آتے ہیں۔ دوسروں کو دوزخ کا ذکر کرکے ڈراتے لیکن دوزخیوں کے سے کام کرتے اور دوزخ سے ذرا نہیں ڈرتے۔ لوگوں کو خشوع وخضوع کی خوبیاں بتاتے لیکن خود خدا کے خوف کو پاس نہیں پھٹکنے دیتے۔ خداتعالے اہل کتاب کی نسبت فرماتا ہے۔

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ (المائدہ - ۳)	پس ہم نے ان میں عداوت اور کینے کی آگ کو روز قیامت تک بھڑکا دیا۔

دو ہمسر مولویوں کو آپسمیں پُر خلوص بہت ہی کم دیکھا گیا ہے۔ ہم خیال اور ہم مشرب ہونیکے باوجود ایک دوسرے کو گرانے اور نیچا دکھانے کی کسی تدبیر اور موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور ہمیشہ دوسرے کو کہنیاں مار کر پیچھے ہٹانے اور آپ آگے بڑھنے اور اپنی ہی ہوا باندھنے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔ عوام بھی اگر ذرا باریک بینی سے کام لیں تو ان مولویوں کو ننگا دیکھ سکتے ہیں۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ (البقرہ-۱۱)	اور تو ضرور ان لوگونکو سب لوگوں سے زیادہ زندگی کا حریص پائیگا۔

آج مسلمانوں میں ایسے مولویوں اور واعظوں کی کمی نہیں ہے جو اپنی جان کو ہرگز ہرگز خطرہ میں نہیں ڈال سکتے چاہے کیسی ہی فی سبیل اللہ ضرورت پیش آجائے ان لوگوں کو تریلتے۔ اچھے لباس اور سب سے زیادہ راحت و آسائش حاصل کرنیکی خواہش رہتی ہے۔ لوگوں سے پاؤں بھی دبواتے ہیں۔ اپنے ذرا سے آرام کے لئے دوسروں کو بڑی سے بڑی اذیت پہونچانیمیں مطلق تامل نہیں کرتے۔ دینِ حق کے لئے چکی پیسنے اور جیلخانے جانے کا تو تصور بھی نہیں کرسکتے۔ سامان راحت کے سب سے زیادہ حریص اور اذیت و تکلیف سے کوسوں دور بھاگنے والے۔ اگر کچھ نفع کی امید ہو تو سیاسی کاموں میں حصہ لینے اور مسلمانوں کی ہمدردی کرنیوالوں میں سب سے آگے اگر حکومت کی ناراضی کا خوف اور مصیبت کا اندیشہ ہو تو انھیں کاموں کو دنیوی کام اور لغویات قرار دیکر فوراً الگ اور خاموش ہو جاتے اور اپنی تندرستی کی خیر مناتے ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (التوبہ - رکوع ۵)	اہل کتاب نے خدا تعالےٰ کو چھوڑکر اپنے علماء اور اپنے مشائخ کو خدا بنالیا تھا۔

حضرت عدی بن حاتم رض فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمنے اپنے احبار و رہبان کو کبھی بھی رب نہیں بنایا۔ آپ نے فرمایا کیا یہ نہیں ہوا کہ جس چیز کو وہ حرام کہدیتے تم بھی اُسے حرام سمجھنے لگتے اور جسے وہ حلال بتا دیتے تم حلال سمجھنے لگتے؟ میں نے عرض کیا کہ واقعی ایسا تو ضرور ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ بس یہی ان کو رب بنالینا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر احبار و رہبان اپنی قوم سے کہتے کہ خدا کو چھوڑدو اور ہماری عبادت کرنے لگو تو کوئی اُن کا کہنا نہ مانتا لیکن انھوں نے یہ کیا کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اس کے حلال کردہ کو حرام ٹھہرادیا اور لوگوں نے اُسے منظور کرلیا یہی ان کا رب بنالینا ہے۔ مسلمانوں کے مولوی بھی اسی طرح احبار و رہبان بن چکے ہیں اور مسلمانوں نے بنی اسرائیل کا مقام حاصل کرلیا ہے۔ انھوں نے اپنے ائمہ و

علماء کو ارباب کا مرتبہ دے رکھا ہے۔ عام طور پر کوئی شخص یہ سوال نہیں کرتا کہ فلاں مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث کا کیا حکم ہے بلکہ صرف عالموں اور مولویوں کے افعال واقوال وآراء کو کافی حجت شرعی سمجھ لیا گیا ہے۔ اور آنکھیں بند کئے ہوئے انھیں کے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ یہ عذر ہرگز صحیح نہیں کہ علماء کی اطاعت ہم صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ اور رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنیوالے نہیں اور ہمکو خدا ورسول کے حکم کی موافق ہی حکم کرتے ہیں۔ یہ عذر تو احبار ورہبان کے متعلق یہود ونصاریٰ بھی کرتے تھے لیکن خدائتعالیٰ نے ان کو مجرم اور گمراہ قرار دیا اس لئے کہ خدائے تعالےٰ کو ہرگز یہ بات پسند نہیں کہ کتاب وسنت کو ترک کرکے کسی دوسرے کے اقوال وافعال کو مدار شریعت قرار دیا جائے۔

علماء سے یہ سوال ہونا چاہئے کہ فلاں مسئلہ میں خدا ورسول کا کیا حکم ہے یہ نہیں کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں یا آپ کے استاد صاحب اور آپ کے امام صاحب کیا فرماتے ہیں۔ چنانچہ عام طور پر علماء کی بھی خواہش رہتی ہے کہ ہمکو ارباب تسلیم کرلیا جائے وہ اپنے ہر ایک فتوے میں یا تو اپنا حکم لکھ دیتے ہیں یا اپنے ارباب کا فیصلہ نقل کر دیتے ہیں۔ اگر اس بات پر اصرار کیا جائے کہ قرآن اور حدیث میں اس فیصلہ کی کیا دلیل ہے وہ بھی بتا دیجئے تو مفتی صاحب اور مولوی صاحب اس طرح غضبناک اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ گویا کلمۂ کفران کو سنایا گیا۔ قرآن کی آیت یا حدیث نبوی کا مطالبہ ان کی مولویت اور منصب افتاء کے لئے گویا موت اور سم قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ وہ محض کنز۔ قدوری عالمگیری قاضی خاں اور ہدایہ کے حوالہ سے ہر شخص کے خاموش و مطمئن ہو جانے کے خواہاں ہیں۔ حالانکہ خدائتعالیٰ فرماتا ہے کہ

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ۝

(الزخرف - ۴)

اے رسول جو تیری طرف وحی کیا گیا ہے اُسکو خوب مضبوطی سے پکڑے رہ۔ اسمیں شک نہیں کہ تو سیدھے راستے پر ہے اور اسمیں بھی شک نہیں کہ یہ قرآن ضرور تیرے اور تیری قوم کیلئے نصیحت ہے اور تم سب سے اسکی بابتہ بازپرس ہونی ہے۔

اور فرمایا کہ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝ (النّساء - ۸)

پھر اگر کسی امر میں تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانیکی شرط یہ ہو کہ اس امر میں اللہ اور رسول کے حکم کیطرف رجوع کرو کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی طریقہ اچھا ہے۔

اور فرمایا کہ

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (انعام - ۱۹)

یہ میرا سیدھا راستہ ہے اسی کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ اللہ کے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے یہی نصیحت تمکو کی جاتی ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

ایسی آیات بہت ہیں اور احادیث بھی بکثرت ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک رسول کو اسی لئے مبعوث کیا کہ لوگ اسکی اطاعت کریں کیونکہ رسولوں پر ہی آسمانی ہدایت نازل ہوتی ہے۔ ہم پر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرض ہے کیونکہ آنحضرت صلعم قرآنی ہدایت کیطرف بلاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور قرآن مجید کی ہدایت دو مختلف ہدایتیں اور دو مختلف چیزیں نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ دِیْنِکُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ رَّاْیِیْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ (میں ایک بشر ہوں جب میں تمکو تمہارے دین کی کوئی بات بتاؤں تو اسکو مان لو اور جب اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو سمجھ لو کہ میں صرف ایک آدمی ہوں)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا وَّلَا تُؤَاخِذُوْنِیْ بِالظَّنِّ وَلٰکِنْ اِذَا حَدَّثْتُکُمْ عَنِ اللّٰهِ شَیْئًا فَخُذُوْا بِهٖ فَاِنِّیْ لَمْ اَکْذِبْ عَلَی اللّٰهِ (میں نے ایک قیاس کیا تھا تم مجھ سے اُس قیاس کے متعلق مواخذہ نہ کرو لیکن ہاں جب میں کوئی بات خدا تعالیٰ کیطرف سے کہوں تو اُسے مان لو کیونکہ میں خدا تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھتا) ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اس موقعہ پر یہ الفاظ بھی فرمائے تھے کہ اَنْتُمْ

اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ (تم اپنے دنیاوی امور کو خود ہی زیادہ جانتے ہو) یہ سب کچھ آپؐ نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا کہ مدینہ منورہ میں تابیر نخل یعنی نر کھجور کے پھول کو مادہ کھجور کے پھولوں پر جھاڑتے ہوئے لوگوں کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم یہ نہ کرو تو بہتر ہے چنانچہ لوگوں نے یہ کام چھوڑ دیا۔ اس سال پھل بہت کم آیا تب آپ نے مذکورہ الفاظ فرمائے اسکا مفصل تذکرہ صحیح مسلم اور دوسری کتب احادیث میں موجود ہے۔ غور کرنے اور سوچنے کی قابل بات یہ ہے کہ ہمارے زمانہ کے مولویوں کو اپنے اور اپنے اساتذہ اور بزرگوں کے قیاس اور رائے پر کسقدر اصرار ہے اور اس رائے وقیاس کے مقابلے میں قرآن و حدیث کو عملاً کسقدر بیکار و معطل بنا رکھا ہے۔ پھر علمائے اہل کتاب کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ ط (الانعام-۲۰)	اے رسول جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ گروہ بنگئے تمکو انسے کچھ سروکار نہیں۔

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار فرقہ بندی کی مذمت کی ہے۔ مسلمان شروع میں ایک ہی جماعت اور ایک ہی گروہ تھے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ ط ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ھٰذَا ط (الحج-رکوع ۱۰)	اور دین کے متعلق تم پر کسی قسم کی سختی نہیں کی تمہارے لئے وہی دین ہے جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا تھا اس خدا نے ہی پہلے سے تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس قرآن میں بھی تمہارا یہی نام یعنی مسلمین رکھا گیا ہے۔

تیسری صدی ہجری کے بعد سے جب لوگوں نے رائے وقیاس کو دین میں دخل دیکر اس پر زور دینا شروع کیا اور اپنے اپنے مولویوں اور بزرگوں کے مسلک کو اصل دین قرار دیکر کتاب الٰہی کی طرف سے غفلت اختیار کرنی شروع کی اور کسی شخص کے لئے اس کا صرف مسلمان ہونا کافی نہ رہا جب تک کہ وہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہلحدیث شیعہ، سنی، قادری، چشتی۔ نقشبندی وغیرہ کسی گروہ بندی میں شامل نہ ہو اسیوقت سے اسلام اور امت مرحومہ میں ضعف و انحطاط نمودار ہوا۔ آج جس مولوی کو دیکھئے

اسی فرقہ بندی پر زور دیتا اور اس فرقہ بندی کے قایم رکھنے پر سخت اصرار کرتا ہے جسکے لئے اس کے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں پھر علمائے بنی اسرائیل کی نسبت فرمایا کہ

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط (البقرہ۔۱۱) | اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں یعنی اُنمیں کوئی چیز اثر نہیں کرتی

قرآن مجید کی تعلیم کا اثر قبول نہ کرنیکی وجہ جو علمائے بنی اسرائیل نے بیان کی خدا تعالیٰ نے اُسکو رد کر کے فرمایا کہ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ یعنی یہ خدا تعالیٰ کی لعنت کا نتیجہ ہے کہ وہ تعلیم قرآنیہ کو نہیں سمجھ سکے۔ آج بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ علمائے سوء کیطرف سے یہی اعلان ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کو ہم کہاں سمجھ سکتے ہیں اور اس کے ذریعہ مسائل واحکام کہاں مستنبط ہو سکتے ہیں۔ تقلید شخصی کے سوا براہ راست کتاب وسنت سے دین سیکھنا غیر ممکن ہے۔

علمائے یہود و نصاریٰ کی صفات قرآن مجید میں بہت کثرت سے بیان کی گئی ہیں اور وہ ساری کی ساری مسلمانوں کے مولویوں پر چسپاں ہو رہی ہیں الا ماشاءاللہ اوپر محض مثال کے طور پر بعض کا تذکرہ کیا گیا ہے بخوفِ طوالت اس جگہ سب بیان نہیں ہو سکتیں بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علیؓ سے حدیث مرفوع درج کی ہے کہ "نزدیک ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اسلام کا فقط نام اور قرآن مجید کا فقط نقش باقی رہ جائیگا۔ مسجدیں آباد ہونگی یعنی ظاہر کے نمازی بہت ہونگے۔ لیکن ہدایت کے اعتبار سے ویران ہونگی یعنی لوگ اصل دین کی راہ پر نہ ہونگے۔ علماء انکی زیر آسمان سب لوگوں سے بدتر ہونگے ان عالموں ہی سے فتنہ نکلیگا اور انھیں کے اندر پھر کر جائیگا" یہ نظارہ آج پیش نظر ہے، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ سب بطور عادات ادا ہوتے ہیں انکی حقیقت کے حاصل کرنیکی کسیکو مطلق پروا نہیں قرآن مجید کی قرات وتلاوت بھی بطور عادت یا بطور فیشن یا بدلے حصول مال وزر ہے تحصیل علم اور درس کی غرض سے کوئی نہیں پڑھتا نہ اسمیں تدبر کرتا ہے۔ اکثر لوگ مسجدوں میں باتیں کرنے یا سوال کرتے یا جاسوسی کرنے یا لوگوں کو دکھانے کے لئے جاتے ہیں طاعت وعبادت کی اصل غرض پیش نظر نہیں ہوتی۔

علماء نے بدعات ومنکرات کو اسلام اور فتنہ پردازی و فرقہ بندی کو عین مذہب

قرار دیکر فتووں کے ذریعہ کافر سازی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور مشکل سے کوئی ایسا قابل تذکرہ شخص مل سکتا ہے جو ان فتاوائے کفر کا نشانہ نہ بنا ہو۔ غرض یہ حدیث بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جسکو لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر بھی پند پذیر نہیں ہوتے۔

مسلمانوں کو جاہل رکھنے کی کوشش اور علماء

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد الٰہی بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ کی تعمیل میں تبلیغ اسلام اور تبلیغ حق کو ہرگز ہرگز مخصوص حلقوں تک محدود نہیں رکھا اور ادنیٰ سے ادنیٰ قابلیت کے لوگوں پر بھی تعلیم اسلام کا دروازہ اسی طرح کھلا رہا جیسا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ قابلیت کے لوگوں پر کھلا ہوا تھا اسلام نے حقیقی مساوات قایم کر کے سب کے لئے یکساں تقرب الٰہی کے راستے کھول دئیے بنی اسرائیل نے اپنے آپ کو دوسری اقوام سے نسبی طور پر بھی برتر و بہتر قرار دیا ہندوستان میں برہمنوں نے مذہب کو اپنی ملکیت بنا کر دوسری اقوام کو عبادات اور اعمال مذہبی میں اپنا دست نگر اور محکوم رکھنے کا نہایت زبردست انتظام کیا جس کا مفصل حال اور مدلل روئداد مقدمۂ تاریخ اور نظام سلطنت میں موجود و مندرج ہے اور میری یہ دونوں کتابیں شایع ہو چکی ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان جو اپنی بہت سی باتوں میں ہندوستان اور ہندوؤں کا اثر قبول کر چکے ہیں وہ اثر مجلسوں میلوں۔ شادی غمی کی تقریبوں میں بہت نمایاں طور پر نظر آتا ہے نفس پرست ائمہ مساجد اور زر طلب معلمین مکاتب بھی ہندوستان کے برہمنوں کی بہت سی باتوں کے چرا لینے میں کامیاب ہو گئے کھانے پر فاتحہ دینا اور امام مسجد کے سوا فاتحہ خوانی دوسرے کا حق نہ ہونا۔ پیران پیر صاحب کی گیارہویں کے کھانے یا شیرینی کی نیاز اور امام مسجد کا اس نیاز کے مراسم ادا کرنا۔ بیوی کا کونڈا اور اس کونڈے کے شرائط۔ تبارک کا ختم۔ گرج مائی کا روٹا۔ مردہ

کی بخشش کے لئے امام صاحب کی بیش قرار اجرت کیساتھ قرآن خوانی۔ قبر پر بیٹھکر مردہ کو جمعہ سپرد کرنا اور اسکا معاوضہ۔ بچے کے کان میں اذان دینے کا مقررہ معاوضہ چراغی کے پیسے۔ مسجد میں گھی کا چراغ اور اس کے ساتھ پیسے۔ مسجد کا طاق بھرنا وغیرہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں مراسم ہیں جو برہمنوں کی آمدنیوں کو دیکھ دیکھ کر انھیں کیطرح اسلامی لباس میں ہندوستانی مسلمانوں کے نام نہاد ائمہ مساجد اور معلمین مکاتب نے مسلمانوں میں رواج دیکر برہمنوں کی طرح اپنی پروہتائی قایم کرلی اور ان حافظوں میانصاحبوں اور پیرجیوں کے بغیر یہ بدعیہ مراسم ادا ہی نہیں ہوسکتیں چنانچہ ضرب المثل ہے کہ "ملا ہی کی ماری حلال ہوتی ہے"۔

یہ رنگ دیکھکر بلند مرتبہ علماء وفقہا بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر برہمنوں کی ڈگر پر چل نکلے اور علم دین کو اپنی ملکیت بنانے پر آمادہ نظر آنے لگے۔ سب سے زیادہ وجوب تقلیدِ شخصی سے امداد لی گئی۔ پھر اکابر پرستی کو لازم قرار دیا گیا۔ پھر فتووں میں یہ التزام کیا گیا کہ کنز وقدوری وشامی وہدایہ وغیرہ کتب کے حوالے عربی الفاظ میں درج کرکے ان کے ترجمے ساتھ ہی درج کردینے سے قطعی اعراض کیا گیا کہ عام مسلمان ان فقہی کتابوں کے الفاظ کا مطلب نہ سمجھ سکیں اور انکو چون وچرا کا موقع نہ مل سکے۔ اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں افہام وتفہیم کے درپے ہو تو سب سے پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ تم نے علم کس سے پڑھا ہے اور تمہارے پاس سند ہے یا نہیں اگر مولویت کی سند نہیں رکھتا تو وہ قابل خطاب نہیں حالانکہ ان سند یافتہ جاہلوں کی جہالت سے بڑھکر نقصان رساں جہالت کا نمونہ تلاش کرنا آسان نہیں۔ ان لوگون کی سب سے زیادہ اذیت رساں اور ملعون کوشش یہ ہے کہ یہ فہم قرآن سے لوگوں کو دور ومہجور رکھنا چاہتے اور علوم قرآن کی اشاعت کو اپنی موت سمجھتے ہیں۔ اب سے قریبًا دوسو سال پیشتر اسی ہندوستان میں مولویوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کفر کا فتویٰ صرف اس لئے صادر کیا تھا کہ انھوں نے قرآن مجید کا فارسی زبان میں کیوں ترجمہ کیا اور عام لوگوں کو مطالب قرآنیہ کے سمجھنے کا موقع کیوں بہم پہنچایا

اب وہ حالت تو بحمد اللہ باقی نہیں رہی لیکن اب اسی کی مانند دوسری چیز یہ موجود ہے کہ ترجمہ میں تقلید کیوں نہیں کی گئی۔ اس سے زیادہ مسخر انگیز اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض مولوی کہتے ہیں کہ اردو زبان میں حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ یا حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رح کے ترجموں کے سوا باقی تمام ترجمے مردود ہیں۔ بھلا کوئی پوچھے کہ اب سے دو سو سال پہلے کی اردو زبان اور اس کے محاورات چونکہ بہت کچھ تبدیل ہو گئے ہیں اور آجکل کے اردو بولنے اور سمجھنے والوں کے لئے وہ دو سو برس پہلے کی زبان بہت کچھ ناقابل فہم بن گئی ہے تو کیوں اس زمانہ کی اردو زبان میں ترجمے نہ ہوں۔ تدبر فی القرآن اور تفسیر بالرائے میں فرق نہ کر کے نام نہاد مولویوں نے تدبر فی القرآن کو گناہ عظیم قرار دے رکھا ہے۔

موجودہ زمانہ کے علماء اور واعظین

نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم مغفور اپنے رسالہ "فتنۃ الانسان من تلقاء ابناء الزمان" میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

"علماء بے عمل ہیں زہاد یا ریا ہیں صلاح کا فقط نام ہے فساد کا انبار ہے مسلمانی در کتاب مسلمانان در گور"

چون شیر درندہ در شکاریم ہمہ | بانفس و ہوائے خویش یاریم ہمہ
گر پردہ ز روئے کارہا بردارند | معلوم شود کہ در چہ کاریم ہمہ

ایک فاضل نے کہا ہے پہلے علماء کا عمل تھا نہ قول پھر عمل بھی کرتے اور قول بھی ہوتا۔ اب نرا قول ہے عمل نہیں قریب ہو کہ یہ شکل بھی بدل جائے۔ انتہی۔ یہ پیشینگوئی ان کی صادق آئی کہ اب نہ قول ہے نہ عمل اور اگر قول ہے تو کاسد اور عمل ہے تو فاسد ہے دل مائل ممنوعات میں ہیں قدم راہ نا مشروعات

میں ہیں۔ زبانیں گویا ہیں مگر غیبت کے ساتھ کان شنوا ہیں مگر مذمت کو آنکھیں بینا ہیں مگر عیوب کو۔ ہاتھوں سے دلوں کو آزار پہنچتا ہے دلوں کو صدق و امانت سے انکار رہتا ہے جو حظ ہزلیات کے سننے سے حاصل ہوتا ہے وہ قرآن و حدیث کی استماع سے میسر نہیں آتا وعظ و نصیحت پر تکلف کرنے میں لقمان دوران ہیں اور زشتی کردار میں بے تکلف شیطان زماں ہے

همه کژ طبع در سرشت و نهاد | همه در شیوهٔ ستم استاد
همه سر کردهٔ سپاهِ بلا | همه برهم زنانِ بزمِ وفا
عیب جویان و پائے تا سر عیب | کرده آئینه را نهان در جیب
نیکِ شان از بدان بتر باشد | لعلِ شان سنگ بد گهر باشد

خورد و بزرگ کے ساتھ جوش میں ہے ہمسایہ ہمسایہ کے ساتھ خروش میں ہے وضیع و شریف سب حق پوش ہیں اور اظہارِ کلمہ حق میں خاموش۔ سب کے سب گلیم شقاوت بردوش ہیں اور حلقۂ بندگی شیطان درگوش اور سب کو روزِ جزا فراموش اور تمام بادۂ مکر و تزویر سے بیہوش غرضیکہ سب ہمہ گندم نما و جو فروش ہیں اور شہوتِ شکم و فرج میں مدہوش جسکو دیکھو شہوت پرست و زیاں کار ہے جس کے ساتھ آمیزش کرو وہ غدار و مردم آزار ہے۔ اس قوم کے ایمان کا چراغ بے نور ہے اور اعتقاد کا گھر خانۂ زنبور ان کی روباہ بازی بیان سے باہر ہے اور ان واقعہ طلبوں کی چالاکی و بے باکی ظاہر ہے

همه درندهٔ پوستین چون سگ | همه مردم گزائے چوں کژدم

حضرت فضیل عیاض رحمہ فرماتے تھے میں آرزو مند ہوں کہ بیمار ہوجاؤں تاکہ مجھکو جماعت میں ان ظاہر پرستوں کی جانا نہ پڑے اور جس شخص کا گزر مجھپر ہو اور وہ مجھکو سلام کرے تو میں اسکا بڑا احسان اپنے اوپر مانتا ہوں بالجملہ جو بے خرد تنہائی سے گھبرا کر صحبت میں ان دورنگوں کی مانوس ہوتا ہے وہ ہمیشہ رنجور

رہتا ہے اور جان اس کی عافیت سے دور ہوتی ہے ؎

تنہا نشیں وصحبت دیو اختیار کن | کآثار انس در گہر آدمی نماند

عاقل کا قوت خونِ جگر ہے اور احمق کی غذا شیر و شکر۔ سیئہ حسنہ پر عیب پکڑتا ہے حرام حلال پر ہنستا ہے حمق عقل پر برتری چاہتا ہے جہل علم پر فوقیت ڈھونڈتا ہے فضلا ہمدوشِ بوالفضولی ہیں اور علما ہم آغوش بیدانشی۔ محقق و مقلد ناقص و کامل اور عارف و عامی میں کچھ تفاوت و امتیاز باقی نرہا ؎

امروز بہائے ہیزم و عود یکیست | ہم مرتبۂ خلیل و نمرود یکیست
در گوش کسانیکہ بہ غفلت ستند | آواز خر و نغمۂ داؤد یکیست

اس زمانے میں ایک ایسی قوم بیدانش بھی موجود ہے کہ جوہر ذاتی سے تو بے بہرۂ محض ہے اور علم و فضل سے بے نصیب لیکن مجالس و محافل میں ذکر اپنے آباد و اجداد کے علم و فضل کا کرتی ہے اور اہل فضل و بلاغت کو ہدفِ ناوک طعن و طنز ٹھہراتی ہے یہ نہیں جانتے کہ ریزۂ استخواں کا صرافوں کے بازار میں کیا مصرف ہے اور سنگ سیاہ کی سامنے لعل مذاب کے کیا قدر و قیمت "۔

(ختم ہوا کلام نواب صاحب مرحوم کا)

عطیہ

میں نے ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۰ء میں ایک رسالہ اکابر قوم کے نام سے لکھا تھا جس کے ابتک کئی ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ اسمیں مسلمانوں کے عالموں۔ امیروں اور فقیروں کے پوست کندہ مختصر حالات لکھے گئے تھے اسجگہ رسالۂ اکابر قوم ہی سے مسلمانوں کے پیشہ ور واعظوں کی روئداد نقل کرتا ہوں۔ وھوھذا

"سب سے زیادہ خطرناک سب سے زیادہ نقصان رساں پیشہ ور واعظوں کا گروہ ہے ان کا حلقۂ اثر بہت وسیع اور ان کی پھیلائی ہوئی مصیبتیں بڑی ہی ہلاکت آفریں ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے پیدا کئے ہوئے وبائی کیڑے غیر تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دلوں کو رات دن ماؤف کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پاس عجیب عجیب قسم کے چوغے۔ عمامے تسبیحیں۔ عصار وغیرہ سامان بطور آلاتِ بازیگری ہوتا ہے بعض

مثنوی رومی نہایت خوش الحانی سے گاتے ہیں۔ بعض کو فارسی و اردو شعراء کے دلچسپ اشعار یاد ہوتے ہیں۔ بعض خود بھی شاعر ہوتے ہیں اور اپنے اشعار نہایت دلربا انداز میں گاتے ہیں بہت سی کہانیوں اور جھوٹی سچی روایات ترتیب دیکر اپنے وعظ کو زبانی یاد کر لیتے ہیں جو فونوگراف کے ریکارڈ کی مانند نہایت عمدگی اور طلاقت کے ساتھ ادا کر دیا جاتا ہے۔ بعض کے ہمراہ ایک یا دو خوش آواز لڑکے بھی ہوتے ہیں۔ جن کی خوش الحانی سے خوب امداد لی جاتی اور مجلس کو گرمایا جاتا ہے۔ واعظ صاحب کی تمام تر کوشش اس بات میں صرف ہوتی ہے کہ سامعین خوش ہوں اور ان کے مذاق کی پوری پوری پیروی کی جائے۔ چنانچہ ایک بستی میں پہنچکر معلوم کرتے ہیں کہ یہاں اہلحدیث لوگوں کا زور ہے اور اُن سے زیادہ روپیہ وصول ہو سکیگا اور ضیافتوں کا لطف رہیگا تو وہاں واعظ صاحب اہلحدیث بنجاتے۔ تقویۃ الایمان و تنویر العینین والا وعظ شروع کرتے اور آمین و رفعیدین کے عامل ہو جاتے ہیں۔ وہاں سے رخصت ہوکر کسی دوسری بستی میں پہنچتے ہیں اور وہاں دوسری قسم کے لوگ دیکھتے ہیں تو فوراً مولود و عرس وغیرہ کے جواز میں سلسلۂ وعظ شروع ہو جاتا ہے۔

ہر ایک وعظ کا مقطع یہ ہوتا ہے کہ کچھ دلواؤ۔ کبھی کسی مسجد کبھی کسی مدرسہ کبھی کسی یتیم خانہ کبھی کسی انجمن کو بطور آلۂ ایصال زر استعمال کیا جاتا ہے۔ غرضکہ سارے وعظ کا زور زرطلبی پر ختم ہوتا اور سارے گاتے بجانے کی تان شیئاً للہ پر ہی ٹوٹتی ہے بقول شخصے۔ ؏ ایں ہمہ از پئے آنست کہ زر میخواہد۔

عموماً وعظ میں عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوش و خروش ظاہر کیا جاتا ہے اسی ذیل میں عاشقانہ غزلیں پڑھکر واعظ صاحب اپنی خوش الحانی سے سامعین کے دلوں کو مسرور کرتے ہیں لیکن سیرۃ نبوی صلعم کا کوئی ایک صحیح واقعہ اور اس سے کوئی مفید نتیجہ جو مسلمانوں کے لئے نیک تحریک کا موجب ہو مطلق بیان نہیں کرتے اور نہ بیان کر سکتے ہیں بعض اوقات تصوف کی باتیں اور صوفیائے کرام کی جھوٹی سچی حکایتیں سناتے ہیں مگر خود اپنا نمونہ اس کے برعکس پیش کرتے ہیں ان پیشہ ور واعظوں

ہیں سے بعض کی نسبت تو یہاں تک سنا گیا ہے کہ وعظ سے فارغ ہو کر اور لوگوں سے روپیہ جمع کر کے شراب خانوں میں اور بازاری عورتوں کے یہاں چھپ چھپ کر اور بھیس بدل بدلکر جاتے ہیں۔ بعض ایسے بھی سنے گئے ہیں کہ عورتوں کو بھگا کر لیجاتے ہیں۔ اکثر پیشہ ور واعظ سفر میں اپنا انداز رئیسانہ رکھتے ہیں۔ بعض اپنے میزبانوں سے نفیس کھانوں کی فرمایش کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے۔ بعض روٹی کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ بادام مقشر۔ مصری۔ ربڑی۔ لکھنوی طرز پر تیار کی ہوئی چاء۔ کیک اور کشمش وغیرہ ہی سے اپنا تنور شکم پُر کرتے ہیں۔ میزبان سے اگر ذرا قصور ہو جائے اور اُن کے لئے گرم دودھ اور مرغن کھانوں میں دیر ہو جائے تو واعظ صاحب فوراً روٹھ جاتے اور ایک قیامت برپا کر دیتے ہیں۔ بادشاہوں کی طرح اپنی تعظیم کراتے ہیں۔ چلتے وقت اس شہر یا قصبہ کی سوغاتیں بھی ساتھ لیتے ہیں۔ بعض اوقات اپنی بیوی کے لئے پاجامہ کا کپڑا بنارسی دوپٹہ اور بچوں کے لئے جوتیاں تک بھی عجیب در عجیب طرز عمل اختیار فرماکر اور چالاکی و فریب بازی میں ٹھگوں اور نمبر دس کے بدمعاشوں کو مات دیکر اپنے معتقدین سے مفت منگوا لیتے ہیں۔

اسٹیشن ریلوے تک بڑی شان و شکوہ کے ساتھ پہونچتے ہیں شہر والے جو واعظ صاحب کو وداع کرنے ہمراہ آئے تھے۔ انمیں سے جب کوئی عقیدتمند واعظ صاحب کے لئے بکنگ آفس کی طرف ٹکٹ خریدنے جاتا ہے تو واعظ صاحب بجائے اس کے کہ اسکو ٹکٹ کی قیمت اپنے پاس سے نکال کر دیں جاتے ہوئے کو روک کر کہتے ہیں کہ آپ کو شاید معلوم نہ ہو میں ہمیشہ سکنڈ کلاس میں سفر کیا کرتا ہوں۔ مجبوراً بیچارے کو سکنڈ کلاس کا ٹکٹ لاکر دینا پڑتا ہے۔ عام طور پر پیشہ ور واعظوں کے ایجنٹ بھی ہوتے ہیں جو ان کی گرم بازاری میں کوشاں رہتے ہیں۔ بعض پیشہ ور واعظ صاحب تصنیف بھی ہوتے ہیں وہ اپنی فروختنی کتابوں کا ذخیرہ بھی ساتھ رکھتے ہیں۔ اور انکے تمام وعظ کا خلاصہ اور نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ ہماری کتابیں خرید لو اور دو دو یا چار چار آنے میں جنت کی کلید کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ بعض سرمہ فروش اور بقچہ لگانیوالے بھی واعظ

بنکر اپنا کام نکالتے اور خوب ٹکے سیدھے کر لیتے ہیں ۔

زیادہ چالاک اور شین قاف سے درست واعظوں کا تو شہروں اور قصبوں ہی میں پیٹ بھر جاتا ہے جو ان سے ذرا کم درجے کے ہوتے ہیں وہ دیہات میں بھی دورہ کرتے اور بیچارے گاؤں والوں کو اچھی طرح اپنا معمول بنا کر الّو بناتے ہیں ۔

ان پیشہ ور واعظوں کی روزی مسلمانوں کی جہالت کی بدولت چل رہی ہے اور ان کی تعداد خطرناک طور پر ترقی کر رہی ہے اور یہ سب مسلمانوں کو جاہل اور احمق ہی رکھنے میں اپنی مقصد وری یقین کرتے ہیں ان پیشہ ور واعظوں کی ایک خاص علامت یہ بھی ہے کہ یہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ لوگوں سے بہت گھبراتے ہیں اور نہ انکو نصیحت کرنا چاہتے ہیں نہ اُن کو راہ راست پر لانے کی قابلیت رکھتے ہیں ۔ درحقیقت ان پیشہ وروں کے ذریعہ تاریکی کو تقویت اور جاہلوں کے بگڑے ہوئے مذاق کی اعانت ہوتی ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ بھیڑیوں نے واعظوں کا لباس پہن رکھا ہے اور جیب کتروں نے خانقاہوں میں بستر ے جمائے ہیں کسی کو یہ شبہ نہ گزرے کہ میں نے سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا ہے ۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ بعض ایسے قیمتی وجود موجود ہیں جو ہر ایک اعتبار سے قابل تعریف اور نمونہ ٹھہرائے جانے کے قابل ہیں لیکن وہ اسقدر کم ہیں کہ اُن کا عدم وجود برابر ہے

میں نے مجموعی طور پر ایک عام نظر ڈالی ہے کسی خاص شخص یا اشخاص کا نام نہیں لیا نہ میرا یہ مدعا کہ بلاوجہ کسی کا دل دکھایا جائے میں نے چند وہ عیوب بیان کئے ہیں جنکا مجھکو علم ہوا ۔ کچھ بعید نہیں کہ ان حلقوں میں جو مذکورہ بالا صفات کے موصوف ہیں میری اس تحریر سے کھلبلی مچے اور مجھکو ہدف ملامت بنانیکی کوشش ہو لیکن الحمد للہ میں نے جو کچھ لکھا ہے نیک نیتی سے اور رضائے الٰہی کے لئے لکھا ہے لہٰذا مجھکو نہ کسی کی مخالفت کا خوف ہے نہ کسی کی موافقت کی احتیاج ؎

جہانیاں ز تو برگشتہ اند گر غالبؔ　　　ترا چہ باک خدائے کہ داشتی داری

موجودہ زمانہ کے علمائے سوء کی ایک خاص شناخت یہ ہو کہ انمیں اُس قربانی اور فداکاری کا شائبہ بھی نظر نہیں* آتا جسکو اسلام خصوصیت سے ہر مسلمان میں پیدا کرنا چاہتا ہے یہ لوگ رضائے الٰہی کیلئے نہ کوئی جسمانی اذیت برداشت کرسکتے ہیں نہ مالی

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط	خدا تعالیٰ نے مسلمانوں سے اُن کی جانیں اور ان کے مال اس وعدے پر خرید لئے ہیں کہ انکے بدلے انکو جنت دیگا

(التوبہ - ۱۴)

لیکن اس زمانہ کے علمائے سوء سب سے زیادہ بزدل اور سب سے زیادہ اپنی جان و مال وجاہ کے عاشق زار اور ہر خطرہ کے مقام سے کوسوں دور رہنے والے ہوتی ہیں اور خطرہ کے پاس تک نہیں پھٹکنا چاہتے۔ اگر کوئی خطرہ نہ ہو تو سب سے زیادہ لاف زنی کرنیوالی اور قید و بند کا اندیشہ یا کسی حکومت و اقتدار کی طرف سے چشم نمائی کا احتمال ہو تو دُم دباکر خاموش اور کلمۂ حق کے اظہار و اعلان میں گونگے ہوجاتے ہیں گویا انکو سانپ سونگھ گیا ہے۔ مسلمانونکو کا فربنانے اور علمائے حق پر غرانے کے لئے شیر مردم درلیکن طاقتور دشمن اسلام کے مقابلے میں دُم کٹے ہوئے گیدڑ۔

اس کتاب کا مسودہ یہیں تک لکھا گیا تھا کہ آج ماہانہ رسالہ فاران بجنور کا ماہ دسمبر ۱۹۵۳ء کا نمبر میرے پاس پہنچا۔ اس رسالہ کے اڈیٹر مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط ہیں جو اس سے پہلے مشہور اخبار الجمعیۃ کے اڈیٹر رہ چکے ہیں اور میرے مخلص دوست ہیں۔ مولینا فارقلیط ممدوح نے فاران کے اس نمبر میں "ایک خطرناک گروہ" کے عنوان سے ایک نہایت قیمتی مضمون لکھا ہے۔ اس مضمون کو پڑھکر مجھے بیحد مسرت حاصل ہوئی کہ جس ضرورت کا مجھے احساس ہوا اسکو مولینا ممدوح نے بھی میری ہی طرح محسوس کیا۔ میں مذکورہ مضمون کے ایک بڑے حصہ کا اقتباس ذیل میں درج کرتا ہوں جسکو اس کتاب کا خلاصہ سمجھنا چاہئے۔ وھو ھذا۔

"یہ ظاہر ہے کہ علماء اپنی قوم وملت کا دماغ ہوتے ہیں اور انھیں کا قول و عمل ملت کی عمارت کا سنگ بنیاد بنتا ہے افراد مذہبی معاملات کو علماء کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ علماء کے کانوں سے سنتے ہیں اور علماء ہی کے دماغ سے سوچتے ہیں اور ان کے ہر قول وفعل کو شریعت کا نمونہ سمجھتے ہیں۔ علماء قوم کے سامنے اپنا نقشہ جس حیثیت سے پیش کرینگے قومی ضمیر کی تشکیل بھی اسی پیمانہ پر

ہوگی اور جس رنگ کو وہ اپنے لئے پسند کرینگے اسی میں پوری قوم رنگین نظر آئیگی۔ اگر علماء اتحاد و محبت کا نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہو جائیں تو ناممکن ہے کہ قوم دست و گریبانی اور اختلاف و شقاق سے محفوظ رہے اگر علماء اپنے دلوں سے خدا کا خوف نکالدیں اور مادی طاقتوں سے خوف کرنے لگیں تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پوری قوم بزدل۔ پست ہمت۔ خوفزدہ اور غلامی کی ذلت آمیز راحتوں پر قانع ہوجائیگی ۔ اگر علماء اپنے علم کا جائز استعمال کرینگے تو افراد میں بھی علم کا شوق اور عمل کا ذوق پیدا ہوگا ۔ اگر وہ قول سے نہیں عمل سے اصلاح و تربیت کا فرض انجام دینگے تو ان کے پیروؤں کی زندگی بھی گفتار سے زیادہ کردار کا مظہر ہوگی ۔ لیکن اگر علمائے دین اپنے علم کا غلط استعمال شروع کردیں اور رہبر بنکر رہزنی پر اتر آئیں تو پھر امت کی تباہی یقینی ہو جاتی ہے ۔

جو علماء اپنے فرائض کو ادا کرتے ہیں قوم اور مسلمانوں کی بھلائی میں اپنے آپ کو برباد کردیتے ہیں اور ان کا ہر کام اخلاص و صداقت پر مبنی ہوتا ہے وہ قوم کے ماہتاب اور امت کے مطاع ہیں اور انبیاء کرام کی جانشین ایسے علماء کے بارے میں خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ ۔

اصل میں علماء کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کے علماء وہ ہیں جو علم و عمل اور قول و فعل میں کامل۔ اسرار شریعت کے ماہر اور اجتہاد و بصیرت کے روشن چراغ ہوتے ہیں ۔ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کیا ہے قرآن حکیم کس روح کا حامل ہے اور اس کے ذریعہ کس طرح غلاموں کو سلطان ۔ کمزوروں کو قوی ظالموں کو عادل و منصف اور ذلیلوں کے سر و نیر وقار و عزت کا تاج رکھا جاتا ہے ۔ یہ علماء جب امت کو ضلالت و گمراہی میں دیکھتے ہیں تو تڑپ جاتے ہیں وہ جب محسوس کرتے ہیں کہ خدا کی زمین امن و سلامتی کی بجائے

ظلم وعدوان اور شقاوت وفساد سے بھرگئی ہے تو ان پر رات کا سونا حرام ہو جاتا ہے۔ وہ وعظ کی محفلوں میں اس لئے آتے ہیں کہ مسلمان شریعت کا گر سیکھیں اور بندوں کی گردنیں خدائے واحد کے آستانے پر جھک جائیں وہ دعوتوں میں اس لئے شریک ہوتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسراف اور نمائش سے باز رکھیں وہ مسلمانوں سے اس لئے ملتے ہیں کہ صحیح مشوروں سے ان کی رہنمائی کریں۔ غرض ان کا ہر کام اللہ کے لئے ہوتا ہے ان کا ہر قدم مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے اٹھتا ہے اور ان کا دماغ اسلام کی سر بلندی اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے وقف ہو جاتا ہے۔ یہی وہ علماء ہیں جو امت کے امام قوم کے رہبر اور ملت کے پیشوا ہیں۔

دوسری قسم کے وہ علماء ہیں جو علم میں تو کامل مگر عمل میں ناقص ہوتے ہیں وہ کتاب و سنت پر تو عبور رکھتے ہیں۔ مگر ان کی عملی حالت قابل اقتداء نہیں ہوتی۔ وہ اپنے سینہ میں دل دردمند اور منہ میں زبان ماتم سرا رکھتے ہیں مگر نفس پرستی اور راحت طلبی کے باعث اپنی قوت کو فعل میں نہیں لاتے۔ یہی وہ علماء ہیں جو قوم پر گمراہیوں اور شقاوتوں کے دروازے کھولدیتے ہیں اور دنیا ان کے عمل کو دیکھکر اپنے طریق کار کو بدل دیتی ہے ایسے علماء خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اپنے کردار سے دوسروں کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں تاہم ان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ شاید وہ اپنی کجروی سے باز آجائیں اور ضمیر کی روشنی پھر انکو آمادۂ عمل بنادے لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی سے موجودہ دور میں علماء کی ایک تیسری قسم بھی پیدا ہوگئی ہے یہ ایسی خوفناک اور تباہ کن قسم ہے جس نے نظام شرعی کا تختہ اُلٹ کر مسلمانوں کی معاشرتی حالت اور ان کی ذہنیت کو بھی منقلب کر ڈالا ہے۔ یہ علماء دینی علوم سے تو کیا کسی علم سے بھی مس نہیں رکھتے اور اسلام سے اسی طرح نابلد ہوتے ہیں جس طرح ایک اجنبی کسی شہر کے گلی کوچوں اور راستوں سے نابلد

ہوتا ہے۔ آج اسی طبقہ نے افراد امت پر قبضہ جما رکھا ہے اور ہر جگہ اسی کا طوطی بول رہا ہے۔ عوام جو انکی علمیت سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور قصوں کہانیوں اور ہتھیٹروں کے نظر فریب کھیلوں پر جان دیتے ہیں وہ انکی جنگل میں پھنس کر اپنے رہے سہے ایمان کو بھی تباہ کر ڈالتے ہیں۔ یہ علماء تھیٹروں کی ایکٹری سے رٹائر ہو کر اور محنت و جفاکشی سے منہ پھیر کر مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ہر جگہ مارے مارے پھرتے ہیں اور وعظ و تلقین کے نام سے مسلمانوں کے قوائے عمل کو مفلوج اور ان کی دینی۔ اخلاقی اور اقتصادی مملکت کو تاراج کرنیکا فرض انجام دیتے ہیں۔

یہ علماء نہیں جانتے کہ کتاب و سنت کیا چیز ہے۔ اسلام کا پیغام کیا ہے دین الہی کی خصوصیات کیا ہیں وہ یہ بھی نہیں جانتے ....

....

... کہ مسلمانوں کا اصلی مرض کیا ہے۔ اور اس کے ازالہ کے لئے کن تدابیر کو اختیار کرنیکی ضرورت ہے۔ ان کا حقیقی مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمان جیسی مفلس قوم کو لوٹ کر اور زیادہ مفلس بنائیں اور جہلا کے لئے اور جہالت کے اسباب پیدا کریں یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے علماء ہمیشہ عوام کی سوفیانہ ذہنیت سے فائدہ اٹھا کر ان کو جھوٹی داستانوں بے سرو پا کہانیوں اور غیر ضروری مباحث میں الجھا دیتے ہیں اور اپنا گمراہ اور تاریک دماغ سامعین کے سر میں اتار کر ہی دم لیتے ہیں۔ ایک طرف تو علماء حقانی کی کمی اور دوسری طرف عام مسلمانوں کی زندہ شرمی اور جہالت سے یہ لوگ خوب فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس خیال سے کہ کہیں علمائے قائم بالحق میدان میں نکل کر مسلمانوں کی صحیح قیادت نہ کرنے لگیں وہ حفظ ما تقدم کے طور پر ان کو بدنام کرنیکا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے۔ مسلمانوں کو بتا دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص دنیا میں قابل دار ہو سکتا ہے تو وہ وہابی ہے

کیونکہ وہ بزرگوں۔ پیروں اور ولیوں کا منکر ہے اور مسلمانوں کو رسم و رواج کی پابندیوں سے آزاد کرانا اس کے فرائض میں داخل ہے۔

یہ حربہ اسقدر کارگر ثابت ہوا ہے کہ یہ علماء شریعت کے سچے علمبرداروں کو اس کے ذریعہ بہت جلد شکست دیدیتے ہیں اور وہابی کہکر ان کو عوام کی نظروں سے گرادیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میدان ان ہی کے ہاتھ میں رہتا ہے اور وہ غریب مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ لوٹ کر اور زیادہ جاہل بے شرم بے غیرت اور ضمیر فروش بنا دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ کی پاک کتاب ابتدا ہی سے یہ اعلان کر چکی ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ ایسے ہی علمائے سوء کے متعلق داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ ذمام نہاد علماء آسمان کے نیچے اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ شریر ہونگے۔ علمائے ربانی کی سیرت کیسی ہونی چاہیئے؟ اور ان کے فرائض کیا ہیں؟ قرآن کریم بتاتا ہے کہ ہادی اور رہنما کو سب سے زیادہ صابر ہونا چاہیئے کہ وہ ناگزیر مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کر سکے اور مصائب میں گھبرا کر مایوس نہ ہو جائے اسکو سب سے زیادہ خدا کی آیتوں پر یقین ہونا چاہیئے کہ یقین ہی انسان میں عمل کی قوت اور کامیابی کی لگن پیدا کرتا ہے اور اسی کے سہارے اصلاح امت کی کٹھن منزلیں طے ہوتی ہیں۔ جب یہ اوصاف کسی عالم میں پیدا ہو جائیں تو پھر اسکا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کو حق کیطرف بلائے اور احکام الٰہی کی تعمیل کے لئے خدا کی مخلوق کو آمادہ کرے وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ ؕ علمائے حق کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اصلاح امت کے لئے اپنے آپ کو اللہ کے راستے میں وقف کر دیں اور دعوت الی الخیر کو اپنی زندگی کا

نصب العین بنالیں ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر۔ مسلمان خیر الامم ہیں اور اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ لوگوں کی نفع رسانی اور بہبودی کے کام انجام دیتے رہیں اور داعی حق بنکر لوگوں کو حسن عمل کی دعوت دیں کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر مذکورہ آیات سے واضح ہو گیا کہ علمائے کرام کا نصب العین اور اولین فرض حق کی دعوت کو پھیلانا اور محاسن کی تبلیغ کرنا ہے۔ اب دیکھو کہ آجکل تیسری قسم کے علماء (کہ یہی عوام پر قابض ہیں) خدا کی مخلوق کے لئے کیا کر رہے ہیں اور وہ مسلموں اور غیر مسلموں کے لئے کہاں تک مفید ثابت ہوئے ہیں یہ لوگ نہ تو شرعی علوم سے آگاہ ہوتے ہیں نہ اسلامی اصول کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور نہ ان کی اخلاقی سیرت محمود ہوتی ہے۔ اور چونکہ وہ محنت اور جفاکشی کے عادی نہیں ہوتے اس لئے وہ مسلمانوں کی قیادت کا پُر امن راستہ اختیار کر لیتے ہیں اور پیٹ پالنے کے لئے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں کہ ایک طرف وہ شیوہ بیان واعظ اور قادر الکلام سفر مشہور ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف جہلا خوش ہو کر اپنی کھیتی اُنکے حوالے کر دیتے ہیں۔ مسلمان جس شوق سے وعظ سنتے ہیں اور جس کثرت سے مذہبی مجالس کا اہتمام انہیں کیا جاتا ہے اسکی نظیر کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتی قرآن کریم بھی ہر جگہ بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے مکانوں مسجدوں۔ وعظ کی محفلوں۔ جلسوں۔ عام تقریبوں اور اجتماعی و انفرادی طور پر جس تسلسل اور کثرت کیساتھ اللہ کی یہ کتاب تلاوت کیجاتی ہے۔ اسکا مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمان اس کتاب کے مضامین اور اسلام کے امہات المسائل سے اسی قدر زیادہ واقف ہوتے اور ان کو اسلام پر وہ بصیرت حاصل ہوتی کہ اعتقاد اور عمل کا کوئی فساد ان میں باقی نہ رہتا مگر واقعہ کیا ہے؟ اسلام سے عام

ناواقفیت۔ جہالت۔ فسق اعتقادی اور فسق عملی کتنے مسلمان ہیں جو توحید الٰہی کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ کتنے کلمہ گو ہیں جو کتاب اللہ کی صداقت کی کوئی دلیل اپنے دماغ میں رکھتے ہیں۔ کتنے مومن ہیں جو نبوت کے مرتبہ سے واقف ہیں۔ کتنے مسلم ہیں جو اپنے کامل اور مرکزی نبی کی زندگی کے صحیح حالات سے آگاہ ہیں؟ ان غریبوں کو کیا معلوم کہ اسلام کا انقلاب انگیز پیغام کیا ہے اور اسکی وہ کونسی روح ہے جس نے ایک مردہ قوم کو حضیض غلامی سے نکال کر ذروۂ آزادی پر پہونچایا تھا اور اسنے کلام الٰہی کی روشنی میں دنیا کے نئے نقشے بنائے تھے۔ نماز پڑھنے والوں سے دریافت کرو کہ نماز پڑھنے کا حقیقی مقصد کیا ہے روزہ داروں سے پوچھو کہ فاقہ کشی میں کیا حکمت ہے۔ اگر آپ ان امور کا کھوج لگائینگے تو آپ کو اعتراف کرنا پڑیگا کہ اس عام جہالت کی حقیقی علت ان ہی علمائے سوء کی جہالت اور رہنمائی ہے کیونکہ وہ خود بھی ان حقایق سے محروم ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی اور طریقے سے بھی انکا اظہار نہ ہو۔ اس لئے وہ مسلمانوں کی قیادت کا دوسرا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں تاکہ ان کی واعظانہ حیثیت بھی قایم رہے اور ان کی مٹھیاں بھی گرم ہوتی رہیں۔

یہ علماء کبھی مسلمانوں کو اس امر کی تلقین نہیں کرینگے کہ اسلام کے بنیادی اصول کیا ہیں بلکہ وہ کربلا کے جھوٹے افسانے سنا کر ان کو ماتم سرائی اور سینہ کوبی کا سبق دینگے۔ وہ کبھی احکام الٰہیہ کے اسرار و حکم پر زبان نہیں کھولینگے بلکہ اولیاء اللہ کی سچی اور جھوٹی کرامتیں سنا کر ان میں پیر پرستی قبر پرستی اور آثار پرستی کے جراثیم پیدا کرینگے۔ وہ نہیں بتائینگے کہ داعی اسلام کی زندگی کا نقشہ کیا تھا اور آپ کس مقصد کو لیکر دنیا میں آئے تھے۔ بلکہ وہ مسلمانوں کو قصے کہانیاں سنا کر ہنسانے اور خوش کرنیکی کوشش کرینگے۔ وہ کبھی مسلمانوں کو ان کے فرایض سے آگاہ نہیں کرینگے بلکہ وہابیت

کا شاخسانہ کھڑا کر کے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی گردن کاٹنے پر آمادہ کریں گے اور اس قابل بھی نہ چھوڑیں گے کہ وہ وحدت کے کلمہ کی اہمیت اور عالمگیر اخوت کی ضرورت کا احساس بھی کر سکیں۔ ان علمائے سوء کے مفاسد یہیں ختم نہیں ہو جاتے بلکہ غور سے دیکھا جائے تو الحاد و دہریت کا سبب بھی یہی لوگ قرار پاتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اس قسم کے علماء نہ تو علوم شرعیہ پر عبور ہی رکھتے ہیں اور نہ ان کی سیرت اسلامی سیرت ہوتی ہے بلکہ انمیں اکثر اخلاقی حیثیت سے بھی نہایت ذلیل اور پست ہوتے ہیں۔ جب ان کے خیالات و مسلک پر تعلیم یافتہ یا روشن خیال طبقہ کی نظر پڑتی ہے اور ان کی بد اخلاقیاں اس کے سامنے آتی ہیں تو وہ علما ربانی قائم بالحق کو بھی انہیں علماء سوء پر قیاس کر لیتا ہے اور ان سب پر بلا استثناء ملاازم کا اطلاق درست سمجھتا ہے۔ کیونکہ اس کو معلوم ہی نہیں کہ شریعت نے خود علمائے ربانی اور علمائے سوء میں تفریق کر رکھی ہے۔ اس کے علاوہ جب ان شیوہ بیان واعظین کے جاہلانہ خیالات اور غیر معقول عقائد کا پرتو نئی روشنی کے نوجوانوں پر پڑتا ہے تو وہ ان مجسمہائے جہالت سے بیزار ہونیکی بجائے اسلام ہی کو مشکوک اور ناقابل فہم سمجھنے لگتے ہیں اور یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اسلام ہی عقل اور ترقی کے راستے میں روک ہے اور وہ ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ دنیا کے سامنے اسکو پیش کیا جائے۔ اس طرح نوجوانوں اور تعلیمیافتہ حضرات میں الحاد کے جراثیم نشو و نما پانے لگتے ہیں اور واعظین کی جہالت کے صدقے میں ایک گروہ دشمنان اسلام کا آلۂ کار بنجاتا ہے ہمیں متعدد بار تعلیم یافتہ حضرات سے گفتگو کا موقع ملا اور ہمنے ٹھنڈے دل سے ان کے خیالات کو سنا اور حیرت میں پڑ گئے کہ اسلام کی بابت انکی معلومات کا ذریعہ جاہل واعظوں کی بے سرو پا داستانیں ہیں۔ ایک طرف تو ان علمائے سوء کی بدولت الحاد و دہریت کو قوت حاصل ہوتی

ہے اور دوسری طرف غیر مسلم بھی اس قسم کے جاہلانہ خیالات کو سنکر اسلام سے دور بھاگتے ہیں اور اس طرح اشاعتِ اسلام اور دعوت حق کا مقصد ان واعظین کی بدولت فوت ہو جاتا ہے۔ اسلام جو بذات خود دلیل و برہان فکر و بصیرت اور عقل و ضمیر کی آواز ہے اور جس نے دنیا کو سب سے پہلے فہم اور غور و فکر کی دعوت دی وہ آج اس قسم کے واعظین کی بدولت اوہام پرستیوں اور سریع الاعتقادیوں کا مجموعہ بنا ہوا ہے۔ جبتک ان رسمی واعظوں اور جاہل مقرروں اور مولود خوانوں کی رسی دراز رہیگی اور عوام کے دماغ کی تربیت نہ کیجائیگی اسوقت تک مسلمانوں کی عام جہالت۔ اسلام سے بیگانگی عملی اور اعتقادی گمراہی اور معاشرتی فساد کا ازالہ نہیں ہو سکتا اور نہ مجموعی حیثیت سے مسلمانوں کی عقلی سطح بلند ہو سکتی ہے۔ اگر مسلمان اپنی ذہنیت میں اتنی تبدیلی پیدا کرلیں کہ وعظ و تلقین کو ہنسنے ہنسانے اور رونے رولانیکا ذریعہ قرار نہ دیں اور روشن خیال اور مخلص علماء کے ارشادات سے مستفید ہونیکا عزم کرلیں اور انفرادی سخاوت کے بجائے اجتماعی ایثار کے لئے آمادہ ہو جائیں تو آج دین کے گلشن میں پھر بہار آسکتی ہے اور پیشہ ور واعظین کا دماغ بہت جلد درست ہو سکتا ہے۔ فھل انتم منتھون۔

ہمیں اس حقیقت کے اظہار پر بھی مجبور ہونا پڑتا ہے کہ جاہل واعظوں کے فروغ کا باعث علمائے حقانی کا سکوت اور باخبر اہل علم کی مداہنت بھی ہے۔ وہ چونکہ ان اکھاڑوں کے پہلوان نہیں ہوتے اور حریفانہ جذبہ سے وہ اپنے آپکو پاک رکھنا چاہتے ہیں اس لئے واعظوں کی نئی مخلوق میدان پر قابض ہو جاتی ہے۔ گو علماء کا تقدس اسی امر کا مقتضی ہے کہ لکم دینکم ولی دین پر عمل کیا جائے لیکن جب اس طبقہ کی تباہ کاریاں اپنے حدود سے تجاوز کر چکی ہیں انکا دامن بچانا اور اس تماشے کو خاموشی سے دیکھنا امر بالمعروف کا کچھ اچھا مظاہرہ نہیں ہے۔" (ختم ہوا اقتباس رسالہ فاران کا)

جناب محترمی مولانا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی اڈیٹر روزنامہ ہند جدید کلکتہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"مسلمان اپنے مسلمان ہونیپر ناز کرتے اور اسلام کے نام پر سر تک قربان کر ڈالنے پر آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اس تمام جوش و خروش کے باوجود وہ حقیقی اسلام سے دور ہیں۔ صرف دور ہی نہیں بلکہ حقیقی اسلام کو بے دینی قرار دیتے ہیں حقیقی اسلام پیش کرنیوالونکو لامذہب اور گمراہ سمجھتے ہیں۔

اس صورتِ حال کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں بیشمار خرافات شامل کردی گئی ہیں۔ عام مسلمان صدیوں سے ان خرافات پر چل رہے ہیں اور عادی ہوجانیکی وجہ سے ان ہی کو اصلی دین سمجھنے لگے ہیں۔ بدقسمتی سے علمائے حق کا فقدان رہا ہے۔

امام ابن تیمیہ کے بعد علمائے حق پیدا نہیں ہوئے اور ہوئے بھی تو عزیمت و ہمت نہ رکھنے کیوجہ سے جہل کے مقابلے کی جرأت نہ کرسکے۔ بلاشبہ انھوں نے اپنی کتابوں میں اصلی دین کو پیش کیا مگر یہ کتابیں مقبول نہ ہوئیں یا ہوئیں مگر پُرزور نہ ہونیکے سبب عوام کے جہل و جمود پر مؤثر نہ ہوسکیں۔

اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مسلمان دینِ حق سے اس قدر اجنبی ہوچکے ہیں کہ اسے پہچانتے ہی نہیں اور اگر کوئی بندۂ خدا اُسے اُن کے سامنے پیش کرتا ہے تو تعجب کرتے۔ خفا ہوتے اور کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل نئی بات ہے ہمنے کبھی نہیں سنی۔ ہمارے علمانے کبھی نہیں بتائی۔ اگر دین یہی ہے تو کیا ہمارے گزشتہ اور موجودہ مولوی جاہل تھے۔ آخر انھوں نے کیوں اسے نہیں بتایا۔

اسلام اللہ کا سچا اور آخری دین ہے۔ مفسدوں نے تو اسے بگاڑنیکی

بہت کوشش کی مگر چونکہ خود رب العالمین اس کا محافظ ہے اس لئے حقیقی دین آج بھی کتاب اللہ میں محفوظ ہے جسکی شرح و تفسیر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتی ہے۔

میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ اگر واقعی تم مسلمان بننا چاہتے ہو سچے دین پر عامل ہونا چاہتے ہو۔ دنیا و آخرت کی شادکامیاں حاصل کرنا چاہتے ہو تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کیطرف رجوع کرو۔ یہ سوچنا اور کہنا چھوڑ دو کہ فلاں عالم اور فلاں ولی نے یہ کہا اور یہ کیا تھا قیامت کے دن تم سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ کس عالم اور کس صوفی کے قول پر تم چلے بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تم نے اللہ اور اس کی رسول کی کہانتک اطاعت کی۔

یقین کرو حقیقی اسلام بہت ہی پیارا۔ سادہ اور آسان دین ہے وہ سراسر عقل کے مطابق ہے۔ اس میں کوئی ایک بات بھی خلاف عقل نہیں ہے۔ خرافات کی اسمیں گنجائش نہیں ہے۔ انسان پرستی۔ قبر پرستی توہم پرستی۔ قدامت پرستی۔ جمود۔ تقلید اور جہل سے اسے قطعی بیزاری ہے

اسلام کا مطالبہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے دین سے واقف ہو۔ ہر مسلمان کتاب اللہ کی تلاوت کرے۔ اُسے سمجھے اسپر عمل کرے۔ قرآن اس لئے نہیں نازل ہوا ہے کہ غلافوں میں لپیٹ کر طاقوں میں رکھدیا جائے۔ اسکی قسمیں کھائی جائیں یا اُسے طوطے کی طرح پڑھا جائے۔

رومن کیتھولک چرچ کے پوپ نے عیسائیوں کو بائبل (توراۃ و انجیل) پڑھنے اور سمجھنے سے منع کر دیا تھا۔ آج بھی یہ ممانعت باقی ہے کسی کیتھولک عیسائی کے لئے جائز نہیں کہ توراۃ و انجیل سمجھے۔ اور یہ کیوں؟ پوپ اور پادری اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اللہ کی وحی کو خود اُن کے سوا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔

ٹھیک یہی عقیدہ ہمارے مولویوں نے مسلمانوں میں پیدا کر دیا ہے اس زمانہمیں مسلمان تسلیم ہی نہیں کرتے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو کوئی سمجھ سکتا ہے۔ اس طرح دین فہمی کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور مسلمان اس لئے رہ گئے ہیں کہ مولویوں کے ہر قول کو آنکھیں بند کر کے مان لیں اور اسے خدا و رسول کا حکم سمجھیں۔

ایک طرف یہ ظلم ڈھایا گیا ہے دوسری طرف نام نہاد صوفیوں نے ایک الگ شریعت بنالی ہے۔ اسکا نام حقیقت و طریقت رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ اسرار و رموز ہیں جو سینہ بسینہ چلے آتے ہیں جنہیں کوئی سمجھ نہیں سکتا جنپر اعتراض کرنا بے دینی ہے۔

اس طرح مسلمانوں کو دین سے دور کر کے انہیں قسم قسم کی بدعتیں اور خرافات پھیلادی گئیں۔ دین ایسا مسخ کیا گیا ہے کہ آج راسخون فی العلم ہی اسکی اصلیت تک پہنچ سکتے ہیں۔ باقی لوگوں کے لئے حق و باطل میں تمیز از حد دشوار ہو گئی ہے۔

ہر زبان یہی کہہ رہی ہے کہ مسلمانوں کو اس لئے تنزل ہوا ہے کہ وہ دین سے ہٹ گئے ہیں اور یہ کہ انھیں ترقی ہو ہی نہیں سکتی جبتک وہ دین کی طرف لوٹ نہ آئیں۔

مگر سوال یہ ہے کہ وہ دین کیا ہے؟ کیا وہ وہی دین ہی جسپر کئی صدی سے مسلمان استوار ہیں؟ اگر یہی بات ہے تو پھر یہ دعویٰ غلط ہے کہ مسلمان دین سے ہٹ گئے ہیں۔ لیکن اگر حقیقی دین کوئی دوسرا ہے تو بتایا جائے کہ وہ ہے کہاں؟ اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ہے تو اُسے سمجھا کیسے جائے جبکہ ہمارے مولویوں کے مقبول قرآن و حدیث کو کوئی موجودہ انسان سمجھ ہی نہیں سکتا۔

یہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں معمولی لکھے پڑھے مسلمان بھی اسے

بغیر کسی دقت کے سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ سمجھنے پر بھی بہت سے لوگ ماننا نہیں چاہتے اور پورانی لکیر کے فقیر ہی بنے رہنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ لکیر ایکطرف دنیا برباد کر چکی اور دوسری طرف آخرت کا بھی ناس کر چکی ہے۔

کسقدر حیرت کا مقام ہے کہ ایسی سچی باتوںکو بھی بعض لوگ بیدینی قرار دیتے ہیں۔ میں اس کے سوا اور کیا کہتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر چلو کیونکہ اسلام صرف یہی ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے مگر اس دعوت کو بھی بیدینی کہا جاتا اور شکایت کیجاتی ہے کہ میری پالیسی مسلمانوں کی دل آزاری کرتی ہے۔ آخر مسلمان چاہتے کیا ہیں؟ اگر انھیں اپنی بربادی وگمراہی کا احساس واعتراف ہے تو اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کرنے سے انکار کیوں کرتے ہیں؟ حالت تو اسیوقت بدلیگی جب موجودہ طریقوں میں اصلاح کیجائیگی۔ پھر مجھسے یہ ناراضی کیوں ہے؟ میں تو وہی بات کہتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے۔ اصل یہ ہے کہ کتاب وسنت کیطرف دعوت میں مولوی اور صوفی اپنے لئے تباہی سمجھتے ہیں۔ ان کی گرم بازاری اسی وقت تک ہے جبتک مسلمان کتاب وسنت سے دور ہیں۔ جوں ہی عام مسلمان حقیقی اسلام سے واقف ہو جائینگے ان لوگونکو معزول کر دینگے کیونکہ یہ لوگ دین و دنیا دونوں کی بھلائیونکا دروازہ مسلمانوںپر بند کر چکے ہیں۔ لیکن ایک چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا تمام علمائے حق سے میری درخواست ہے کہ وہ بھی میدان میں اتریں اور اس مقدس دعوت کو مسلمانوں میں پھیلائیں۔

(ختم ہوا بیان مولینا عبدالرزاق ملیح آبادی کا)

بعض خدشات اور اُن کا جواب

(۱)

علماء اور واعظین کے عیوب جب اس طرح عوام کے سامنے واضح اور نمایاں ہونگے تو پھر کوئی شخص عالموں کی عزت نہیں کریگا اور ان بُرے بھلے واعظوں کے ذریعہ آخر کچھ اچھی باتیں بھی عوام کے کانوں میں پڑ ہی جاتی ہیں جس سے کچھ نہ کچھ فائدہ پہونچتا ہے اس سلسلہ کو مسدود کر دینا کسی طرح مناسب نظر نہیں آتا۔

(جواب)

جو عالمِ دین اور جو واعظِ اسلام خود عامل اور نیک اعمال نہ ہو اور اپنی زبان سے اچھی باتیں سنا کر اپنے عمل کا برا نمونہ پیش کرے وہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس جاہل بداعمال سے جو اپنی جہالت اور بداعمالی کو بُرا سمجھکر شرمندہ ہے زیادہ خطرناک اور زیادہ مضرت رساں ہے۔ اس کی مضرت رسانی کے سلسلہ کو جسقدر جلد ممکن ہو مسدود کر دینا اور مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے بچا لینا یقیناً خدمت اسلام اور نہایت ثواب کا کام ہے۔ یہ کہنا کہ کچھ کام کی باتیں بھی ان پیشہ ور واعظوں کے ذریعہ کان میں پڑ جاتی ہیں۔ سراسر نادانی و حماقت اور اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ سوچنے اور غور کرنیکی قابل بات یہ ہے کہ کس چیز کا نفع اس کے نقصان سے زیادہ اور کس چیز کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے۔ اگر نقصان نفع سے زیادہ ہے تو وہ چیز یقیناً قابل ترک ہے۔ یہ اصول خود خدا تعالیٰ نے تعلیم فرما دیا ہے جیساکہ شراب اور جوئے کو حرام اور قابل ترک قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نماز۔ روزہ کرنیوالوں اور صرف زکوٰۃ سے پہلوتہی اختیار کرنیوالوں کو تلوار کے گھاٹ اتارنے میں تامل نہیں فرمایا۔

پھر یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ آریہ پنڈتوں کے لیکچروں میں مورتی پوجا کی مذمت اور وحدانیت الٰہی کے کچھ معمولی دلائل بھی چونکہ ہوتے ہیں تو کیا عام مسلمانوں کے لئے ان لیکچروں میں شریک ہونا اور ان کا اہتمام کرنا ضروری اور مفید قرار دیا جا سکتا ہے۔ فتدبروا۔

رہا علمائے سوء اور پیشہ ور واعظوں کی عزت و ذلت کا معاملہ تو یہ لوگ ہرگز ہرگز عزت و تکریم کے مستحق نہیں ہیں۔ عزت و تکریم کے مستحق وہی لوگ ہیں جو متقی و پرہیزگار اور خدا تعالیٰ سے ڈرنیوالے اور آنحضرت صلعم اور صحابۂ کرامؓ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے والے ہیں جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ما انا علیہ واصحابی جبتک کہ عوام علمائے سوء اور علمائے ربانی میں فرق و تمیز کرنا نہ جانیں گے اور علمائے سوء کی اعانت و حمایت ترک نہ کرینگے اسوقت تک علمائے حق کو کام کرنے اور عوام کی حالت سدھارنے کا موقع مل ہی نہیں سکتا اور مسلمانوں کے اندرونی فتنوں کا سدباب کماحقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اسلام کی عزت بہرحال بگلا بھگت، نفس پرست اور خود غرض پیشہ وروں کی عزت سے زیادہ قیمتی ہے اور مسلمانوں کا اولین فرض اور مقدم کام آجکل یہی ہے کہ ان بھیڑیوں کا جو بھیڑوں کے لباس میں گھومتے پھرتے ہیں قلع قمع کردیں اور اسی کو اسلام کی سب سے بڑی خدمت یقین کریں۔

(۲)

باہر سے ایک مولوی صاحب آتے ہیں ان کی صورت اور لباس سے اُن کا متقی اور عالم ہونا ظاہر ہوتا ہے وہ وعظ کے لئے اعلان کی فرمائش کرتے ہیں۔ بعض مسلمان ظن المؤمنین خیرا کو مدنظر رکھتے ہوئے حسن ظن سے کام لیکر اس فرمائش کی تعمیل کرتے اور انکا وعظ سننے کے لئے لوگوں کو دعوت دیدیتے ہیں۔ ان کا وعظ بیحد دلچسپ ہوتا ہے اور لوگوں کو خوب مزا آتا ہے اور ان کی قبولیت عامہ ان کے لئے راستہ صاف کردیتی ہے اور وہ لوگوں کو اپنا گرویدہ و معتقد بنالینے کے بعد جو کچھ انھیں حاصل کرنا ہوتا ہے لوگوں سے حاصل کرلیتے اور ان کے مذاق کو بگاڑ دیتے

ہیں۔ اب بتائیے ایسے چالاک لوگوں کا کیا علاج کیا جائے۔

جواب

اصل علاج عام مسلمانوں کو تعلیمیافتہ بنانا اور قرآن مجید کے معانی و مطالب سے اُن کو آگاہ کر دینا ہے۔ اس کے لئے سعی و کوشش بقدر امکان بجالانا اور سب سے پہلے اس کوشش میں مصروف ہو جانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جابجا مساجد میں اور نشستگاہوں میں دروس قرآن کا سلسلہ جاری کیا جائے جسکا آسان طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اس آبادی میں اگر سنفی عالم عربی داں مل سکیں تو اُن سے ورنہ اردو داں پابند شرع لوگوں سے کام لیا جائے کہ وہ کوئی باترجمہ قرآن مجید لیں اور ایک وقت مقرر کرکے روزانہ اس طرح کہ پہلے ایک آیت پڑھی پھر اس آیت کا ترجمہ سنادیا پھر اگلی آیت پڑھی اُسکا ترجمہ سنادیا اور جس آیت کے متعلق حاشیہ پر کوئی تفسیری نوٹ ہو وہ نوٹ بھی پڑھکر سُنا اور سمجھا دیا جائے۔ اس طریقہ پر ایک بار زیادہ سے زیادہ دو رکوع کا ترجمہ سناکر درس کو ختم کر دیا جائے۔ مدرس اگر عالم ہوں تو وہ خود بھی حسب ضرورت مختصر تشریح و توضیح فرما سکتے ہیں مگر اسبات کا خیال رہے کہ غیر ضروری حکایات و قصص اور اپنی قابلیت جتانے کے لئے ادق باتیں بیان کرنے سے پرہیز کریں اور اس درس میں آدھ گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف نہ ہو تاکہ لوگونکو اس درس قرآن میں شریک ہونے اور قرآن مجید کا ترجمہ سننے میں گرانی محسوس نہ ہو اور شوق باقی رہے۔

اس درس کے لئے بہترین مقام مساجد ہیں۔ صبح یا عشا کی نماز کے بعد ہی فوراً درس شروع کر دیا جائے یا اور جس نماز کے بعد زیادہ آسانی ہو اور زیادہ آدمی فراہم ہو سکتے ہوں سب کی سہولت کو مدنظر رکھکر کوئی وقت مقرر کر لینا چاہیے۔ سال بھر سے کچھ کم یا کچھ زیادہ مدت میں پورا قرآن مجید ایک مرتبہ اس طرح سنا جا سکتا ہے اگر تمام مسلمانوں کو قرآنمجید کے مطالب سے روشناس اور واقف بنا دیا جائے تو پھر کسی دنیا پرست واعظ کا جادو اُن پر نہیں چل سکتا اور قرآنمجید ہی ان پیشہ ور اور چالاک لوگوں کی فریب بازیونکا بخوبی قلع قمع کر سکتا ہے اور اسی لئے دروس قرآن کے یہ لوگ عموماً دشمن

ہوتے ہیں اور دروسِ قرآن کے سلسلہ کو بند کرا دینے کے لئے انواع و اقسام کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔

ایک اور ضروری علاج یہ ہے کہ مندرجہ ذیل باتونکو ضرور بالضرور ملحوظِ خاطر رکھا جائے جب کسی وعظ کی مجلس میں شرکت کا موقع ہو تو اوّل اس بات کو دیکھو کہ واعظ گویا اور مسخرا تو نہیں اگر واعظ گویا ہے اور اپنے گانے کے جوہر اور خوش الحانی کا کمال دکھا کر اور لوگوں کے کانوں میں رس ڈالکر اُن کو خوش کرنا چاہتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ کوئی ایسی بات جو تمہارے دین اور تمہاری آخرت کے لئے مفید ہو ہرگز ہرگز نہ بتا سکیگا اس کا وعظ تمہارے لئے خیر و برکت کا موجب نہیں ہو سکتا۔ وہ درحقیقت مسلمانونکو ذلیل و لسپت فطرت اور احمق یقین کرتا اور ان کی لپست فطرتی اور حماقت سے خود فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ جو مسلمان خوش آوازی و گلے بازی سے مسرور ہوتا اور واہ واہ کرتا ہے وہ درحقیقت تھیٹر اور رقص و سرود کی محفل اور وعظ و پند کے جلسہ میں کوئی فرق نہیں کرتا اور شیطانی جذبات کا غلام اور ننگ اسلام ہے۔

باحمیت اور غیرت دار مسلمان کو چاہئے کہ جب واعظ مثنوی خوانی کے ذریعہ تان سینی شروع کرے تو فوراً اس مجلس سے اٹھکر چلا آئے اگر سارے مسلمان اسپر عامل ہو جائیں تو یک لخت وعظ و پند کی مجلسوں سے یہ گانے کی بدعت اور بیحیائی فنا ہو سکتی ہے۔ سب ایسا نہ کریں تو جو شریف لوگ اس گانیکی بیہودگی اور چھچورپن کا احساس رکھتے ہیں وہ دوسروں سے مرعوب ہوئے بغیر مومنانہ جرارت کو کام میں لاکر فوراً اس مجلس سے اٹھکر چلے آئیں اور اپنے نیک نمونے سے دوسروں کے لئے موجب ہدایت بنیں اور کوئی روکے یا پوچھے تو صاف کہدیں کہ ہم واعظ کا مراسی اور گویا ہونا ناپسند کرتے ہیں۔

دوم جو واعظ اپنے وعظ و پند کے خاتمہ پر چندہ طلب کرے اسکو ہرگز چندہ نہ دیا جائے اور اس طرزِ عمل سے اسکو بتا دیا جائے کہ وعظ و نصیحت کرنیوالے کو مسلمان ہرگز کوئی چندہ نہ دینگے اور زر طلبی کا یہ طریقہ قطعاً غیر مؤثر اور ناکام ہے۔ جو شخص مسلمانوںکا

ہمدرد بنکر ان کو صرف وعظ ونصیحت کے لئے اپنی تقریر سنانا چاہتا ہے وہ اگر بعد میں کسی قسم کا چندہ بھی طلب کرتا ہے تو اس کا دہوکہ باز اور فریبی ہونا ثابت ہے اس لئے کہ اس نے دہوکہ سے لوگونکو وعظ سننے کے لئے بُلایا اور بٹھایا اور جب ان کو اچھی طرح متاثر اور اپنا معمول بنالیا تو پھر اپنے اصل مقصد زر طلبی کی طرف متوجہ ہوا ایسے دہوکہ باز اور ٹھگ کو ہرگز کچھ نہ دینا چاہئے خواہ وہ مدرسہ کے لئے مانگتا ہو یا مسجد کے لئے یا انجمن کے لئے یا اپنی ذات کے لئے اس لئے کہ مدرسہ ومسجد وغیرہ کا نام عموماً مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے یہ لوگ لیا کرتے ہیں ۔

سوم جو واعظ یا مولوی میزبان سے فرمائش کرے کہ میں فلاں فلاں قسم کا کھانا کھاتا ہوں اور فلاں فلاں قسم کے کھانے سے پرہیز کرتا ہوں مثلاً وہ کہے کہ میں گائے کا گوشت نہیں کھاسکتا بکری یا پرند کا گوشت کھاتا ہوں ۔ فلاں وقت دودھ پیتا ہوں اور فلاں وقت چاء ۔ اور اسی قسم کی فرمائشات اور اپنی نازکمزاجی کا اظہار کرے تو ایسے شکم پرست، بے غیرت اور پیٹ کے کتے کی فرمائشات کو ہرگز پورا نہ کیا جائے اور اس سے صاف طور پر کہدیا جائے کہ جو کچھ ہمارے یہاں کھانا تیار ہوتا ہے وہی آپ کو کھانا پڑیگا ۔ جبکہ آپ بیمار ہیں یا ایسے نازک مزاج ہیں تو گھر سے وعظ سنانے کے لئے کیوں نکل کھڑے ہوئے اور اتنی دور سفر کرکے کیوں تشریف لائے اپنے وطن اور اپنے شہر ہی میں لوگوں کو وعظ ونصیحت کی ہوتی ۔ یہ کام تو سخت جفاکش اور بہادر مومنوں کا ہے نہ آپ جیسے زنانہ سیرت نفس پرور اور پیچھا مُخَلَّفُوْنَ کا جنھوں نے کہا تھا کہ لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ (التوبۃ)

چہارم اس کتاب کو ہر پڑھے لکھے مسلمان تک پہونچا دیا جائے .... اور ہر ان پڑھ مسلمان کو اول سے آخر تک پڑھکر ایک مرتبہ ضرور سنا دیا جائے ۔

(۳)

جب واعظوں اور مولویونکو چندہ دینا موقوف کردیا جائیگا تو پھر دینی مدارس اور

مسلمانوں کی قومی و مذہبی انجمنیں اور مفید کام کرنیوالے تبلیغی ادارے کس طرح جاری اور قایم رہ سکتے ہیں۔

(جواب)

مذہبی اور قومی کام کرنیوالے مفید اداروں، انجمنوں اور مدرسوںکو اسطرح زیادہ روپیہ وصول ہوسکتا ہے اور اسطرح وہ زیادہ اچھی حالتیں قایم رہ سکتے ہیں کہ کسی واعظ کو ہرگز ہرگز کوئی چندہ نہ دیا جائے واعظین ومبلغین کا کام صرف وعظ و تبلیغ ہونا چاہیئے چندہ جمع کرنے اور روپیہ کی وصولی کا کام اُن کے سپرد کرنا ہی انتہا درجہ کی غلطی اور اصول اسلام و احکام الٰہی کی خلاف ورزی ہی۔ چندہ کے وصول کرنیوالے دوسرے لوگ ہونے چاہئیں اور یہ کام زیادہ تر اُن لوگوںکو کرنا چاہیئے جو امراء و رؤساء کے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں۔ واعظ چندہ دینے کی ترغیب دے سکتا اور انفاق فی سبیل اللہ کی ضرورت اور خوبیاں لوگوں کو بتا سکتا ہے لیکن خود اسکو لوگوں سے روپیہ ہرگز ہرگز وصول نہیں کرنا چاہیئے نہ اس کے ہمراہ کوئی محصل ہونا چاہیئے۔

چندہ وصول کرنیوالے لوگوںکو صاف طور پر پہلے ہی اعلان کردینا چاہیئے کہ ہم چندہ وصول کرنا چاہتے ہیں اور فلاں مدرسہ یا انجمن یا مذہبی کام کے لئے وصول کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس چندہ کی اہمیت و ضرورت لوگوںکو سمجھا سکتے ہیں یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ واعظ یا عالم کی حیثیت سے وعظ شروع کریں اور آخر میں منقطع کا بند شیئاً للہ ہو۔

وعظ و نصیحت گری کے پردے میں دھوکا دیکر لوگوں کی جیبیں خالی کرانا اس لئے بھی نامناسب ہی کہ جائز ضرورتوں کے لئے تو کبھی کبھی چندہ ہوتا ہے اور واعظوں کی لباس میں بھیری لگانیوالے بہروپیئے اور ڈاکو آئے دن مسلمانوں کو لوٹتے اور ان کے خلوص اور جوش ایمانی کو مجروح و مضمحل بناتے رہتے ہیں۔ مدرسہ دیوبند، جامعہ ملیہ دہلی۔ حمایت اسلام لاہور وغیرہ کو ہندوستان کے ہر ضلع سے چندہ وصول کرنیکا حق ہے، اور ان کے محصلین چندہ کو عموماً کسی قابل اعتراض طرز عمل کے اختیار کرنیکی ضرورت بھی پیش نہیں آتی اور ان کی ضرورتیں زندہ دل مسلمان خود ہی پوری کرتے رہتے ہیں۔

پیشہ ور اور دہو کہ باز واعظ عموماً کسی غیر معروف مدرسہ یا کسی مسجد یا کسی لائبریری کے نام سے چندہ طلب کیا کرتے ہیں۔ لہذا ان کو نہایت جراءت اور صفائی کے ساتھ جواب دے دینا چاہیئے کہ جس شہر یا جس قصبہ میں آپکا مدرسہ ہے اور جہاں کے رہنے والے طلباء اسمیں تعلیم پاتے ہیں اسی شہر یا اسی قصبہ کے باشندوں کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اس مدرسے کے مصارف کو پورا کریں جس طرح کہ ہمارے شہر یا ہمارے قصبہ کے مدرسہ یا لائبریری کا ہم پر حق ہے کہ ہم اس کے مصارف کو پورا کریں۔ ہم آپکے یہاں چندہ مانگنے نہیں جاتے آپ ہمارے یہاں چندہ مانگنے نہ آئیں۔

ہاں اگر ہمارے یہاں مدرسہ یا لائبریری قایم نہیں ہے تو آپ یہاں کی مقامی ضرورت کے موافق یہاں کے لوگوں کو ترغیب دیکر یہاں مدرسہ قایم کرادیں تاکہ یہاں کے مسلمان جاہل نہ رہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کو تو جاہل ہی رکھا جائے اور انکی جہالت کے دور کرنیکا کوئی انتظام نہ کیا جائے اور دوسری جگہ کے مسلمانوں کو عالم بنانے کے لئے ان جاہلوں سے روپیہ وصول کیا جائے۔ اور ہر سال آپ اپنے وطن کی بہبودی کے لئے یہاں سے روپیہ وصول کرتے آئیں اور ہمکو اسی قابل رحم حالت میں چھوڑ جائیں۔ یہ ایک معقول جواب ہے جو نہایت سنجیدگی کیساتھ پیش کیا جاسکتا ہے لیکن یہ پیشہ ور عموماً جھوٹے اور دروغگو ہوتے ہیں جس جگہ کے مدرسہ کے لئے یہ چندہ طلب کرتے ہیں وہاں عموماً کوئی مدرسہ نہیں ہوا کرتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو یہ ڈاکو اس مدرسہ کو کچھ نہیں دیتے یا کچھ قدر قلیل دیکر باقی سب کچھ آپ ہی ہڑپ کر جاتے ہیں۔

(۴)

بہت سے واعظ حقیقتاً مفلس اور محتاج ہوتے ہیں۔ اُن کا وعظ سنکر اُن کی کچھ مدد کرنا اور ان کے لئے چندہ کر دینا کیوں جائز نہیں ؟ اگر مستحق اعانت اور مسکین شخص کی مالی امداد نہ کیجائیگی تو یہ بہت بڑی سنگدلی اور گناہ کی بات ہوگی۔

(جواب)

محتاج اور مسکین شخص کی مالی امداد کرنا نہایت ضروری اور ثواب کا کام ہے اور

قرآن وحدیث میں اس کے لئے بڑی تاکیدیں اور ترغیبیں موجود ہیں لیکن جو شخص مسکین اور سوال کرنیکا مستحق ہو چکا ہے اسکو سائل بنکر پیش ہونا اور سوال کرنا چاہئے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسکی امداد کریں اور اپنے ایسے مسلمان بھائی کو اس کی سوال کرنے سے پہلے ہی مدد پہونچائیں اور اس کی حالت کو درست کر دینے کی امکانی کوشش میں دریغ نہ کریں جس شخص کو سوال کرنیکا حق شرعًا حاصل ہو جاتا ہے اسکو اسقدر جمعیتِ خاطر اور اطمینانِ قلب کہاں حاصل رہتا ہے کہ لطیفہ گوئی اور اپنی خوش الحانی کے جوہر دکھا کر لوگوں کو گرویدہ و مسرور بنا سکے۔ جبتک قیمتی جوغہ۔ زرد ریشم کے پھولوں کا رومال۔ قیمتی عمامہ موجود ہے شرعًا سوال کرنا جائز نہیں۔ اگر بالفرض کوئی چیز ایسی نہ رہی ہو۔ کہ جسکو فروخت کر کے گذران کیجائے یا کوئی ناگہانی افتاد ایسی آپڑی ہو کہ سوال کرنا جائز ہو جائے تو پھر بھی یہ تو کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا کہ وعظ گوئی کو آلۂ کار بنا کر وعظ کی اجرت لوگوں سے طلب کیجائے اور حرامخوری پر اس طرح کمر باندھی جائے کہ اسکو پیشہ قرار دے لیا جائے۔ ایسے واعظ کے لئے ہرگز جائز نہ تھا کہ وہ شریعت کو ذلیل و رسوا کرے۔ اور گداگر واعظ بنکر دوسروں کے لئے اس ملعون گداگری کی رسم بد کو رواج دے۔ اگر مسلمانوں نے کسی تباہ حال واعظ کی حالت زار پر رحم کھا کر اس کے لئے چندہ جمع کر دیا ہے تو اسکو پھر بار بار اسی طرح چندہ وصول کرتے اور اس گداگری کو پیشہ بنا لینے کا حق تو کسی طرح بھی حاصل نہیں ہونا چاہئے اور جب مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے وعظ گوئی کو ذریعہ معاش اور دام تزویر بنا لیا ہے تو پھر اسکی ہمت شکنی ضروری اور لازمی ہے۔ جو کوئی افراد و اشخاص پر تو رحم کرتا ہے مگر اسلام پر اسکو رحم نہیں آتا اور لوگوں کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے خدا و رسول کی منشاء کو پامال کرنیمیں باک نہیں کرتا وہ یقیناً سخت مجرم اور مستوجب عقوبت ہے۔ اسلام کی عزت وحفاظت بہر حالت مقدم رہنی چاہئے۔

(۵)

جو لوگ ہندوستان کے مرکزی مذہبی اداروں کی طرف سے تنخواہ پاتے اور وعظ

وتبلیغ کیلئے دورے کرتے ہیں اور ساتھ ہی چندے بھی وصول کرتے ہیں ان کے متعلق کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔

(جواب)

ان لوگونکو پہلے ہی آگاہ کردیا جائے کہ آپ براہ مہربانی اپنے وعظ کے درمیان یا وعظ کے خاتمہ میں چندہ وصول کرنیکا عزم نہ فرمائیں انجمن یا مدرسہ کیحالت اور اسکو مستحق امداد ہونیکا تذکرہ فرمائیں اور چندہ وصول کرنیکیلئے بعد میں خود لوگوں کے گھرونپر جائیں اور چندہ وصول کریں۔ یا ایسی نوبت ہی نہ آنے دیں بلکہ خود ہی انکی قیام گاہ پر مسلمانونکو چاہیئے کہ اپنا چندہ پہنچا دیں، ان لوگوں کے پاس عموماً رسید کے مطبوعہ فارم ہوتے ہیں چندہ دیتے وقت اُن سے ضرور رسید لیجائے اور بذریعہ ڈاک وہ رسید مرکزی دفتر کو بھیجدیجائے کہ وہ کوشش کریں کہ واعظونکی ذریعہ ہرگز چندہ جمع نہ کیا جائے اور علماء کو وعظ کو اس نحوست سے پاک کرنیمیں رکاوٹ نہ بنیں۔ فراہمی چندہ کیلئے دوسری لوگ ہوں جو وعظ و تبلیغ کا کام نہ کریں تاکہ وعظ اور وصولی زر میں قطعاً کوئی تعلق اور لزوم باقی نہ رہے اور ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی بے برکتی جو مسلمانونکی بدنصیبی سے موجود ہے بالکل دور ہوجائے اور بے طمع مخلص کارکنوں کیلئے تبلیغ اسلام کا میدان صاف ہوکر اسلام کی حقیقی ترقی شروع ہو۔

(۶)

وعظ کی اجرت لینے اور چندہ وصول کرنیوالے جب نہ رہینگے تو پھر اسلام کا یہ چرچا اور خدا اور رسول کا نام جو کانونمیں پڑتا رہتا ہے اور نماز روزہ کی ترغیب جو پھیری لگانیوالے اور گشت کرنیوالے پیشہ ور واعظوں اور مولویوں کے ذریعہ ہوتی رہتی ہے یہ سب موقوف ہوکر بے دینی کو فروغ ہوگا اور مسجدیں نمازیوں سے خالی ہوجائینگی۔

(جواب)

یہ اندیشہ محض شیطان کا فریب اور نفس کا دھوکا ہے اب بھی پیشہ ور اور گداگر مولویوں اور واعظونکے علاوہ مخلص اور بے طمع وعظ و پند کرنیوالے علمائے حق کم و بیش اسی کام میں مصروف ہیں لیکن جب ان پیشہ ورونکا انسداد ہوگیا تو مسلمانونمیں پیدا ہونیوالے فتنوں کا دروازہ بھی خود بخود بند ہوجائیگا اور مسلمانونکی بے عملی اور بدعملی یقیناً عمل اور نیک اعمالی سے تبدیل ہوجائیگی اور مردانِ باخدا خود بخود

میدانِ عمل میں نکلکر مصروفِ کار ہوجائینگے یہی نفس پرست اور بندگان حرص و ہوا علمائے سوء ہیں جنھوں نے عام مسلمانوں کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر ایکطرف عام مسلمانوں کو اصل اسلام اور حقیقتِ مذہب سے دور رکھنے کی کوششوں میں ہمتیں صرف کی ہیں اور انھیں نفس پرست و جاہ پسند دنیا کے کتوں نے علمائے حق کے لئے میدانِ عمل تنگ کر کے ان کو معطل و بیکار بنا دیا ہے انھیں میں وہ ملعون گروہ بھی شامل ہے جو دشمنانِ اسلام کے اشاروں پر کٹھ پتلی کیطرح کام کرتا اور مسلمانوں کو ہر اس کام سے باز رکھنا چاہتا ہے جسمیں اسلام کی کامرانی و سربلندی مضمر ہو۔ ان لوگوں کی سرگرمیوں کا نفع اگر ایک حصہ ہے تو انکی مضرت و ایذا رسانی ہزار حصہ سے بھی زیادہ ہے۔ مندرجہ بالا خدشہ کا جواب ہر شخص کو منطق سے نہیں بلکہ وجدان صحیح سے طلب کرنا چاہیئے اور تجربہ سب سے بہتر اور تسکین بخش جواب دیسکتا ہے۔

(۷)

اس کتاب میں ایک سے زیادہ مقامات پر ایسے الفاظ لکھے گئے ہیں جن سے علم فقہ اور فقہی کتابوں کی تحقیر و توہین ظاہر ہوتی ہے حالانکہ یہی فقہی کتابیں ہیں جو رات دن علمائے اسلام کے زیر نظر رہتی ہیں اور انھیں کتابوں نے اسلام کو اسکی اصلی حالت میں باقی رکھہ چھوڑا ہے اور انھیں کے حوالوں سے عام طور پر فتوے صادر ہوتے اور مسلمان انپر عمل کرتے ہیں۔

(جواب)

علم فقہ اور فقہی کتابوں کی نسبت میں نے ہرگز ہرگز کوئی لفظ یا فقرہ ایسا نہیں لکھا جس سے علم فقہ کی توہین و تحقیر نکلتی ہو یا علم فقہ کی ضرورت کا انکار ظاہر ہوتا ہو۔ علم فقہ اور فقہی کتابوں کی نسبت اس کتاب میں میں نے اپنی طرف سے تو کچھہ بھی نہیں لکھا بلکہ جو کچھہ لکھا گیا ہے وہ حضرت امام غزالیؒ اور حضرت مولینا ولایت علی صاحبؒ اور شیخ محمد ابو زید مصری عالم اور دوسرے علمائے حق کے الفاظ ہیں اور میں ان الفاظ کو صحیح جانتا اور برحق مانتا ہوں۔ اسی لئے میں نے انکو اس کتاب میں نقل کیا ہے۔ علم فقہ کا صحیح مقام سمجھنے میں عام طور پر لوگوں سے غلطی ہوتی ہے اور اسکا سبب بھی مسلمانوں کا قرآنمجید سے دوری و مہجوری اختیار کر لینا ہے۔ لوگوں نے علم فقہ کو مکمل علم دین اور مقصود اصلی اور کامل ذریعۂ نجات سمجھہ رکھا ہے حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ اس زمانہ میں تو اس غلط فہمی کے دور کرنیکیلئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے۔ میں اسجگہ نہایت ہی مختصر طور پر عرض

کرتا ہوں کہ فقہ کو مسلمانوں کی سلطنت، مسلمانوں کے معاملات اور مسلمانوں کی عبادات جسمانی و مالی کا قانون کہنا چاہئے قانون کی پابندی کرنیوالا شخص اس دنیا کی دار وگیر اور حاکم کی سزا سے محفوظ رہتا ہے اور قانون کا کام دنیا میں امن و امان کا قایم رکھنا اور لوگوں کے دنیوی حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ قرآنمجید نے اس کے لئے بھی مکمل اصول اور ضروری باتیں بیان فرمادی ہیں۔ چور کو چوری کی، زانی کو زنا کی سزا دینا وغیرہ یعنی جرائم کا انسداد۔ بیع و شرا، تقسیم وراثت، فصل خصومات، تجہیز و تکفین، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ارکان کو شریعت کے مقرر فرمودہ قواعد کے موافق ادا کرنا۔ یہ سب کچھ علم فقہ سے تعلق رکھتا ہے لیکن ان سب باتوں کی ظاہری تکمیل اور اعضا و جوارح کے افعال کو درستی سے ادا کرلینے ہی کا نام دین نہیں ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ ضروری اور باتیں بھی ہیں اور وہ دل کی حالت اور عقیدے سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ علم فقہ سے بالاتر ہیں۔ ایک منافق جو توحید باریتعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا ہو، قیامت کا قائل نہ ہو۔ رسول اللہ صلعم کی رسالت کا معتقد نہ ہو وہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب کا ادا کرنیوالا اور تمام اعمال ظاہری باقاعدہ بجالانیوالا اور علم فقہ کا خوب جاننے والا بھی ہو سکتا ہے۔ منافق خود رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک میں بھی موجود اور تمام اسلامی حقوق سے متمتع تھے، قرآنمجید میں ان منافقوں کا بار بار ذکر آیا ہے۔ فقہ کا تعلق ظاہری حالت اور ظاہری اعمال سے ہے عقیدہ اور دل کی کیفیتوں سے علم فقہ کو براہ راست کوئی تعلق نہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے زمانے میں کئی کایستھ، کئی برہمن، کئی بنئے یعنی متعدد ہندو ایسے گزر چکے ہیں جو نکاح و طلاق اور وراثت وغیرہ کے متعلق مسلمان عالموں سے بہتر واقفیت رکھنے والے ثابت ہوئے تھے۔ اور انہیں سے بعض نے مسلمان عالموں کے فتووں میں غلطیاں نکالیں اور فقہ کی کتابوں سے ثبوت پیش کیا اور ان مسلمان علماء کو اپنی غلطیاں تسلیم کرنی پڑیں۔ نجیب آباد میں ایک ہندو طبیب مسمّٰی انوپ سنگھ نواب جھبو خانصاحب مرحوم کے زمانے میں اور اس سے پہلے کئی ہندو ایسے موجود تھے کہ انھوں نے فقہ کی بعض اہم کتابوں پر حاشیے چڑھائے تھے۔ ریاست رامپور میں ہنگامہ سنہ ۵۷ء کے بعد بھی نواب کلب علیخانصاحب مرحوم کے عہد حکومت تک ایسے ہندو موجود تھے جو فرائض و حقوق میں اپنے معاصر مولویوں سے زیادہ دقیق نظر رکھتے تھے اور فقہ کی متداول کتابیں انکو ازبر یاد تھیں اور ہر پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ پیش ہونے پر بلاتامل اور بلاتوقف اس طلاقت و برجستگی کیساتھ جوابات

اور ان فقہی کتابوں کے متعلقہ فقرات اور بعض اوقات صفحات کے صفحات سناتے چلے جاتے تھے کہ مسلمان طالبعلم تصویر حیرت بنے ہوئے انکا منہ دیکھتے رہجاتے تھے۔ تو کیا ان ہندوؤں کو حقیقتاً عالم دین اور مقرب بارگاہ الٰہی کہا جا سکتا ہے؟ ذرا سوچکر جواب دو۔

شرکیہ عقائد حسد۔ ریا۔ جاہ طلبی۔ دنیا پرستی۔ تن آسانی۔ بزدلی وغیرہ دل کی بیماریوں اور عقیدہ کی خرابیوں کو علم فقہ اور فقہ کی کتابیں کسطرح دور کر سکتی ہیں؟ توحید باریتعالیٰ اور صفات حسنۂ باریتعالیٰ پر کامل ایمان توکل علی اللہ۔ ایثار۔ شفقت علیٰ خلق اللہ کا جذبہ حقیقی شجاعت خدائتعالیٰ کی جناب میں خشوع وخضوع۔ ایمان بالیوم الآخر۔ فروتنی وتواضع وغیرہ صفات محمودہ علم فقہ اور فقہی کتابوں کے ذریعہ کسطرح انسان میں پیدا ہو سکتی ہیں؟ اس کے لئے تو خدائتعالیٰ کی کتاب قرآنمجید ہی ایک کیمیا اثر اور اکسیر تاثیر نسخہ ہے اور اسی کے ذریعہ عقیدہ اور دل کی حالت کی اصلاح ہو سکتی ہے عقیدہ اور دل کی حالت کے درست ہونے ہی سے انسان فوز وفلاح کو پہونچ سکتا ہے۔ دل کی حالت کی اس تبدیلی کیساتھہ ہی ظاہری اعمال کی بجا آوری اور فقہی احکام کی پابندی نفع پہنچا سکتی ہے اور انسان دین ودنیا میں کامیاب وفائز المرام ہو سکتا ہے۔

شاید اس مثال سے بھی اصل مطلب ذہن نشین ہو سکے کہ حکومت نے اپنی فوج اور پولس کیلئے خاص خاص قسم کا لباس مقرر کر دیا ہے جسے فوج اور پولس کی وردی کہتے ہیں۔ فوج اور پولیس کے سپاہیوں کو خاص قسم کی قواعد اور پریڈ بھی مقررہ اوقات میں کرنی پڑتی ہے۔ یہ وردی اور پریڈ کی حاضری کی اوقات اور چھاؤنی اور پولیس لائن کی مخصوص طرز زندگی حکومت نے فوج اور پولیس کی ذمہ داریوں۔ ضرورتوں اور اپنی مصلحتوں کو مدنظر رکھکر لازمی اور ضروری قرار دی ہیں۔ اگر کوئی سپاہی مقررہ وردی نہ پہنے اور وقت پر میدان پریڈ میں حاضر نہ ہو تو سزایاب اور معتوب ہوتا ہے لیکن فوج کی اصل غرض ملک کو دوسرے بادشاہ کی حملہ آوری سے اور پولیس کی اصل غرض بدمعاشوں کی دست برد سے کمزور رعایا کو بچانا ہے اب اگر فوج اور پولیس کے سپاہی اپنی وردیوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ باقاعدہ رکھیں اور قواعد پریڈ میں بھی وقت پر حاضر ہو کر کام کرتے رہیں اور فوجی چھاؤنی اور پولیس لائن کی تمام شرائط کو بھی پورا کرنیوالے ہوں مگر جب کوئی دشمن ملک پر حملہ آور ہو تو فوج والے اس دشمن کی فوج کے مقابلے میں جانیسے انکار کر دیں اور پولیس والے بدمعاشوں اور چوروں کی گرفتاری سے پہلو تہی اختیار کریں

توکیا ایسی فوج اور ایسی پولیس بادشاہ کی مہربانی اور انعام کی مستحق ہوگی یا بادشاہ کے غضب اور عقوبت میں گرفتار ہوگی؟ ظاہر ہے کہ بادشاہ اس فوج اور اس پولیس کو اپنا سب سے بڑا دشمن خیال کرکے سخت ترین سزا دیگا۔ بالکل یہی مثال شریعت کے اعمال ظاہری و افعالِ جوارح کی ہے شہنشاہ حقیقی نے اعمال و افعال جوارح اور عبادات کی ظاہری شکل وصورت کو بھی ضروری قرار دیا ہے لیکن اصل غرض عقیدہ و دل کی اصلاح اور بندہ کا تقرّبِ الٰہی حاصل کرنا ہے جسطرح فوج اور پولیس کا باوردی ہونا اور ایک نظام کے ماتحت رہنا ضروری ہے اور کوئی فوج یا پولیس بلا وردی اور بلا جنگی تربیت اور بغیر مقررہ نظام کے ماتحت رہے شاہی فوج اور شاہی پولیس قرار نہیں دیجاسکتی اور اپنے حقیقی فرائض بھی انجام نہیں دیسکتی بالکل اسی طرح شریعت کے ظاہری قوانین یعنی فقہی احکام کی پابندی کئے بغیر اسلام کامل نہیں ہوسکتا۔ لیکن اسلام کی صرف اس ظاہری صورت ہی کو اصل اسلام اور حقیقت اسلام سمجھنا سراسر غلطی اور نادانی ہے اور یہی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں کے الفاظ کا منشاء ہے نہ اور کچھ۔

جو شخص کتاب وسنت کو چھوڑکر صرف فقہ و فتاویٰ کی کتابوں کو کافی سمجھتا اور انھیں کو دین اسلام کے کامل ہونیکا ذریعہ یقین کرتا اور قرآن مجید کے مطالب سے واقف ہونے اور اسمیں تدبر کرنیکی ضرورت تسلیم نہیں کرتا تو ایسے جاہل کو عالم علم دین سمجھنا پرلے سرے کی حماقت اور خطرناک قسم کی جہالت ہے یا انتہا درجہ کی شرارت۔ جو مذہب قرآن مجید سے بے نیاز ہے اسکا نام اسلام تو نہیں ہوسکتا کچھ اور ہی ہوسکتا ہے۔ اسلام قرآن مجید وسنت نبوی ہی کے ذریعہ اپنی اصلی حالت پر قایم رہ سکتا ہے نہ کسی دوسری چیز کے ذریعہ۔ فتدبروا۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

۱۹ر دسمبر ۱۹۳۵ء
اکبر شاہ خان
نجیب آباد

خاتمہ

نئی روشنی کے یورپ زدہ مجتہدین

جب اس کتاب کی آخری کاپی صفحہ ۱۳۶ تک لکھی جا چکی اور عزیزم مولوی محمد ایوب خاں کاپی کا مسودہ سے مقابلہ کرا کر اغلاطِ کتابت کی تصحیح سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ "آپ نے اس کتاب میں مولویوں اور پیشہ ور واعظوں کی نسبت تو حسب ضرورت سب کچھ لکھ دیا لیکن انگریزی تعلیم یافتہ اور نئی روشنی کے نام نہاد مجددین اور مذہبی پیشوائی کے دعویداروں کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ حالانکہ ان لوگوں نے بھی ایک خطرناک اور ترقی پذیر فتنہ کا دروازہ کھول دیا ہے" میں نے عزیز ممدوح کے ان الفاظ کے جواب میں کہا کہ میں اس کے متعلق ایک الگ رسالہ لکھونگا لیکن اُنھوں نے کہا کہ اس رسالہ میں بھی کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے تھا اور یہی ایک کمی ہے جو محسوس ہو رہی ہے۔ چنانچہ میں نے غور و تامل کے بعد جبکہ صفحہ ۱۳۶ تک کی کاپیاں چھپ چکی ہیں مناسب سمجھا کہ اس رسالہ میں ایک خاتمہ یا ضمیمہ کا اضافہ کر دوں۔

وہ انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان جو انگریزی کالجوں میں دہریہ عقائد رکھنے والے پروفیسروں کے زیر تربیت بی اے اور ایم اے کی ڈگریاں حاصل کر لینے کے بعد مستشرقین یورپ کی بعض کتابوں کو پڑھ کر اپنے آپ کو اسلامیات کا ماہر کامل یقین کرنے لگتے ہیں اور جو عربی زبان بھی انگریز یا جرمن پروفیسروں ہی سے سیکھے ہوئے ہوتے ہیں اور جو ہر چیز کو یورپی آنکھوں سے دیکھتے اور ہر بات کو یورپی کانوں سے سُنتے اور ہر مسئلہ پر یورپی دماغ سے غور کرتے ہیں اور جن کے دل میں جذبات بھی یورپی سانچے میں ڈھل کر پیدا ہوتے ہیں وہ اپنی حماقت سے قرآن مجید اور نظام اسلام کو یورپی اور مغربی فلسفہ کے ہمرنگ و ہمنگ بنا دینے کو اسلام کی خدمت و حمایت تصوّر کرتے ہیں۔

یہ لوگ عموماً روحانیت سے خالی، فلسفہ مغربی سے مرعوب اور حقیقتِ اسلام سے عموماً ناآشنا ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی ایمانی کمزوری کے سبب فلسفۂ مغربی کے آگے نامردانہ و بزدلانہ انداز میں اسلام کی طرف سے دب کر درخواستِ صلح پیش کرنے پر آمادہ رہتے اور بجائے اس کے کہ قرآن مجید کے صحیح مفہوم کو اُس کے الفاظ اور سیاق عبارت سے معلوم کرنے کی کوشش کریں اور سنت نبوی صلعم سے واقف و آگاہ ہوں قرآن مجید کو موم

کی ناک بنا کر آیاتِ قرآنیہ کو اپنے حسب منشا معانی پہنانا چاہتے اور اپنی خواہش کے خلاف صحیح سے صحیح حدیث ہو تو اُس کو وضعی قرار دے کر اپنے مطلب کے موافق کسی وضعی حدیث کو بلا تامل سند گردان لیتے ہیں۔

ان ضعیف الایمان بزدلوں کا مذہبی نصب العین اور منتہائے نظر عموماً دنیوی سربلندی اور دنیوی حکومت وسلطنت سے آگے نہیں بڑھتا اور ایمان بالیوم الآخر سے بے بہرہ اور فکر عقبیٰ سے عموماً بے فکر ہوتے ہیں۔ ان کی ہر بات میں نمائش اور ان کے ہر کام میں ریاکاری کارفرما نظر آتی ہے۔ صدیق رضؓ و فاروق رضؓ ان کے لیے ناقص اور ہٹلر و مسولینی وغیرہ کامل نمونے ہوتے ہیں۔ ضرورت پڑے تو یہ لوگ مصطفیٰ کمال کے کسی عمل کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل وارشاد پر ترجیح دینے کے لیے آمادہ ہو جاتے اور مطلق نہیں شرماتے۔ اپنی خواہش پوری ہوتی ہو تو ان صحابۂ کرامؓ کی شان میں گستاخی کرنے اور ان کے اقوال واعمال کا تمسخر اڑانے سے نہیں چوکتے جن میں سے ہر ایک نجم ہدایت ہے اور جن کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا خدائی سارٹیفکٹ مل چکا ہے اور اپنا مقصد حاصل ہوتا ہو تو غازی امیر امان اللہ خاں یا کسی ایرانی یا کسی عراقی کے قول وفعل کو دلیل شرعی کے طور پر پیش کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید اور نظام اسلام کسی انسان کو قانون سازی کا آزادانہ حق نہیں دیتا (جیسا کہ میری کتاب نظام سلطنت میں یہ مضمون مفصل ومدلل طور پر بیان ہو چکا ہے) لیکن یہ مغربی فلسفہ کے معمول اُخروی دائمی زندگی کے تصور سے قطعاً غافل وبے تعلق ہو کر اور قرآن مجید کی سب سے بڑی پکار، سب سے زیادہ بلند آہنگ آواز اور سب سے زبردست ونمایاں تعلیم یعنی ایمان بالیوم الآخر کو نظر انداز و وقفِ تغافل کر کے اور ناقابلِ التفات قرار دے کر مشرکوں کی طرح انسانوں کو انسانوں کے لیے قانون سازی کا حق عطا فرما کر اصول قرآنی کو درہم برہم کر دینے میں بھی تامل نہیں کرتے۔ ان انگریزی داں اور یورپی دل ودماغ رکھنے والوں کا یہ الحاد اور بے دینی درحقیقت ہمارے جامد مقلدین اور دنیا پرست علماء کی نالائقیوں کا ردِ عمل ہے۔ نئی روشنی کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں ایک محدود ومختصر جماعت نے ناعاقبت اندیش فتوے باز مولویوں سے تنگ آ کر دینی اجتہاد کا کام اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہا ہے اور دوسرے انگریزی تعلیم یافتوں کی بڑی جماعت نے جو مذہب سے ناآشنائے محض ہے اُنکی اس جرأت وجسارت کو اپنے لیے غنیمت سمجھا ہے۔

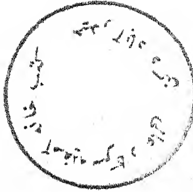
ان ضعیف الایمان منکرینِ قیامت مجتہدین میں بعض بڑے ہی چالاک اور فریب باز ہوتے ہیں وہ قرآن مجید کی اُن آیات کو جو دنیوی حکومت وبرتری حاصل کرنے پر مستعد بناتی ہیں بار بار پیش کرتے اور آمادہ بہ عمل بناتے ہیں لیکن افسوس کہ راستے کی اسی منزل میں قیام کر دیتے اور حقیقی منزلِ مقصود یعنی دارِ آخرت کو جس کے متعلق

قرآن مجید نے سب سے زیادہ زور دیا ہے مسلمانوں کے دلوں سے فراموش کرا دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ مسلم ہے کہ یورپی اقوام نے تعلیمات اسلامیہ کے اس حصہ پر جو دنیوی ترقیات سے متعلق ہے ناقص طور پر عامل ہو کر یہ فوقیت و برتری پائی اور نام کے مسلمانوں نے سب کچھ چھوڑ کر اور قرآن مجید کی طرف سے بکلی مُنہ موڑ کر ذلت و نکبت حاصل کی لیکن یورپ کی یہ دنیوی چیرہ دستی نہ یورپ کے لیے حقیقی سامانِ راحت بن سکی ہے نہ قابلِ رشک کہی جا سکتی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام یورپ کرب و بے چینی و بے اطمینانی کا گھوارہ بنا ہوا ہے۔ یورپ والوں کی اس قابل نفریں حالت کو حقیقی مقصد وری اور یورپ والوں کی اس گندی زندگی کو جنتی زندگی قرار دینے والے اور مسلمانوں کو مذہب کے نام پر فریب دے دے کر اُنہی کی ڈگر پر چلانے کی کوشش کرنے والے یا تو سخت احمق و فریب خوردہ ہیں یا اسلام کے دشمن و بدخواہ ہیں۔

حقیقی کامرانی اور روحانی راحت حاصل ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ قیامت اور اُخروی زندگی پر کامل یقین نہ ہو اور قرآن مجید کی کامل و مکمل ہدایات، اسوۂ نبوی اور اسوۂ صحابہ کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔ اسلام جس دنیوی سلطنت و حکومت کا مجوز ہے اُس کا صحیح نمونہ وہ سلطنت و حکومت ہے جو آنحضرت صلعم نے قائم کی اور جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں قائم رہی اسی کو خدائی بادشاہت کہا جا سکتا ہے اور ایسی ہی حکومت میں نوع انسان کو راحت نصیب ہو سکتی اور دنیا ظلم و عدوان سے پاک ہو سکتی ہے اور اس کو وہی لوگ قائم کر سکتے ہیں جن کا نصب العین دارِ آخرت اور رضائے الٰہی ہو اور جو راتوں کی تنہائی میں خدائے تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے، رو رو کر دعائیں مانگتے، پانچوں وقت کی نمازوں کو پابندی کے ساتھ باجماعت ادا کرتے اور میدان جنگ میں شیر و پلنگ کو خاطر میں نہ لاتے اور صرف ساٹھ ساٹھ آدمیوں کی قلیل جماعت سے ساٹھ ساٹھ ہزار با ساز و سامان دشمنوں کے لشکر کا کامیاب مقابلہ کر سکتے تھے۔ وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرتے۔ خدا ہی سے سب کچھ مانگتے اور خدائے تعالیٰ ہی کی امداد پر بھروسہ رکھتے تھے۔ وہ نہ تن آسان و آرام طلب تھے اور نہ صرف اسباب ظاہری کو دیکھ کر مطمئن ہو جاتے تھے۔ اُن کا نصب العین حکمرانی و فرمانروائی اور حکومت و سلطنت ہرگز نہ تھا بلکہ وہ رضائے الٰہی اور نجات اُخروی کے خواہاں تھے جو اس دنیوی حکومت و سلطنت سے بہت دور آگے کی چیز ہے اور یہ دنیوی سلطنت و حکومت بھی جس کے لیے ایک ذلیل باندی اور خدمتگزار لونڈی بن سکتی ہے۔ اسی لیے شہنشاہ بننے کے بعد بھی وہ اپنے کرتے میں اٹھارہ اٹھارہ پیوند لگانے کے لیے مجبور تھے۔ اُن کی قوت و شوکت و رعب و عظمت کا راز اُن کے ایمان باللہ

اور تقویٰ میں مضمر تھا نہ ہرقلۂ روم اور اکاسرہ ایران کی سی ظاہری و نمائشی ٹیپ ٹاپ میں۔ اسی لیے اُن کو ضرورت نہ تھی کہ آج کل کے یورپ پسند۔ دنیا پرست اور چالاک ساحروں کی طرح منکر خدا، منکر قیامت، بداعمال بدچلن اور بدمعاش لوگوں کی بھیڑ کو جمع کرکے اُس پر بھروسہ کریں اور اپنی حکومت و سلطنت کی پٹری جمائیں بلکہ وہ دنیا میں ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جس کا قانون قرآن مجید اور جس کا دستور العمل ہدایت نامۂ الٰہیہ ہو۔ اُن کو جو دنیوی قوت و شوکت و حکومت و برتری اس دنیا میں حاصل ہوئی وہ تقویٰ شعاری خشیت الٰہی اور ایمانِ کامل کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ وہ ساز و سامان اور اشخاص و افراد کی قلت و کثرت کو مطلق خاطر میں نہ لاتے بلکہ کثرت پرستی کو شرک سمجھ کر ایمان باللہ اور تقویٰ شعاری کو تائید الٰہی کے حصول و وصول کا ذریعہ یقین کرتے تھے۔

آئندہ چل کر ان یورپ زدہ مسلم نما دہریوں کی یہ مذہبی انارکی و دینی بغاوت کس درجہ خطرناک ہو سکتی ہے اور روس کی اشتراکیت و اشتمالیت یا جرمنی و اٹلی کی شخصیت پرستی مسلمانوں کو منکر قیامت اور یک جہانیہ بنا کر اسلام کو کس قدر نقصان پہنچا سکتی ہے؟ اس کے متعلق میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک الگ مستقل رسالہ میں مفصل طور پر اظہارِ خیال کا قصد رکھتا ہوں۔ اس وقت اس سے زیادہ کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ ہندوستان میں جابجا شہروں اور قصبوں میں درسِ قرآن کا جو سلسلہ جاری ہو گیا ہے اور مختلف مقامات میں تحریک قرآنی کے متعلق جو کچھ ہو رہا اور مسلمانوں کو قرآن مجید کی طرف جس طرح متوجہ کیا جا رہا ہے یہ بہت کچھ قابلِ اطمینان اور مسلمانوں کی بیماری کا صحیح علاج ہے اور مجھ کو اس بات پر کامل یقین ہے کہ قرآن مجید ہی ہر خطرہ سے محفوظ رکھنے کا سامان ثابت ہو سکتا ہے۔ نہ کسی انسانی دماغ کی تجاویز۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔



اکبر شاہ خاں

۳۱ر اکتوبر ۱۹۳۶ء

بیش بہا علمی جواہر

مورخِ اسلام علامہ اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی کی مصنفہ مندرجۂ ذیل کتابیں اس وقت مکتبۂ عبرت میں فروخت کے لیے تھوڑی تعداد میں موجود ہیں فوراً طلب فرمالیجیے۔ موجودہ اسٹاک کے ختم ہوجانے کے بعد فرمائشات کی تعمیل نہ ہوسکیگی اور طبع ثانی کا برسوں انتظار کرنا پڑیگا۔

(۱) مقدمۂ تاریخ ہند قدیم (جلد اول) یہ ایک مستقل علمی تصنیف ہے اُردو زبان میں آج تک فن تاریخ کے متعلق اس پایہ کی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ بعض مشاہیر علماء نے اس کتاب کی نسبت لکھا ہے کہ مقدمۂ ابن خلدون کے بعد فلسفۂ تاریخ میں یہ دوسری کتاب لکھی گئی ہے اور موجودہ زمانہ کے لیے تو یہ سب سے زیادہ مفید اور قابلِ مطالعہ کتاب ہے ہندوستان کی قومیتِ متحدہ کے لیے کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں یہ کتاب خضر صفت رہبر کا کام دیتی ہے۔ قیمت فی جلد ڈیڑھ روپیہ (عمر) محصول ڈاک سات آنے (۷/)

۲۔ نظام سلطنت یہ مقدمۂ تاریخ ہند کی دوسری جلد ہے۔ مگر بجائے خود ایک مستقل اور مکمل تصنیف ہے۔ یہ دورِ حاضرہ کی ایک لاجواب تاریخی تصنیف ہے نہ صرف تاریخی بلکہ تاریخی سے بڑھ کر تبلیغی کتاب ہے۔ تمام ممالک، اقوام و مذاہب کے قوانین سلطنت و آئین تمدن کی مکمل تاریخ اور قوموں کے بننے اور بگڑنے کے تمام صحیح اور قطعی اسباب کا عجیب و غریب گنجینہ ہے۔ اس میں مورخِ اسلام نے جس محنت و کاوش کے ساتھ نسلِ انسانی کے مدارجِ ارتقاء اور مدارکِ تنزل پر بحث و نظر کی ہے اُس کا صحیح اندازہ کتاب کو مطالعہ کیے بغیر اور کسی طرح ممکن نہیں۔ اس کتاب کو تاریخی سے بڑھ کر اخلاقی بھی کہا جاسکتا ہے۔ ملک کے تمام مشاہیر علماء اور بلند پایہ اخبارات نے متفقہ طور پر اس کتاب کا مطالعہ موجودہ زمانہ میں ہر شخص کے لیے بیحد ضروری بتایا ہے قیمت فی جلد (عہ) محصول ڈاک ۱۱

۳۔ آئینۂ حقیقت نما (جلد اول) یہ کتاب ۱۹۲۶ء میں جب پہلی مرتبہ چھپ کر شائع ہوئی تو تمام علمی و سیاسی حلقوں میں دھوم مچ گئی۔ اس کتاب نے ہندو مسلم تعلقات اور مسلمان سلاطین کے اصول جہانبانی کو مدلل طور پر ذہن نشین کرا کر اُن شریر لوگوں کو جنہوں نے تاریخ ہند کو مسخ کرکے حقیقت پر تاریک پردے ڈال دیے ہیں سامنے لاکر ننگا کھڑا کردیا اور ہندوستان کی قومیت متحدہ کو مسموم اور پارہ پارہ کرنے والوں کی زہریلی کچلیاں نکال کر پھینکدیں۔ ہندوستان میں کوئی علمی کتاب اس کتاب کی برابر مقبول نہیں ہوئی۔ سیکڑوں کمیاب و مستند تاریخوں کے حوالے اور اُن کے اصل الفاظ جا بجا نقل کیے گئے ہیں۔ پہلا اڈیشن چندہی روز میں ختم ہو کر کتاب نایاب ہوگئی تھی اب دوسرا اڈیشن مصنف ممدوح کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوا ہے۔ قیمت رعایتی فی جلد سوا دو روپیہ (عہ) محصول ڈاک ۸/

نواب امیر خاں یہ نواب امیر خاں بانیِ ریاست ٹونک (راجپوتانہ) کی نہایت دلچسپ اور سبق آموز سوانحعمری ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہندوستان کی حکومت کے انقلاب اور ہندو مسلم تعلقات کا نظارہ سامنے آجاتا اور ہر ہندوستانی اس کو پڑھ کر تھوڑی دیر کے لیے سکتہ کے عالم میں رہجاتا ہے۔ سپاہیانہ زندگی کا نمونہ اس میں بےنظیر ہے۔ قیمت فی جلد ۵؍ علاوہ محصول ڈاک

۵۔ احقاقِ حق گاندھی جی کی خود نوشت سوانح عمری پر نہایت دلچسپ تنقید و نظر کی گئی ہے اور بڑی دلچسپ اور گاندھی جی کی زندگی کے کمزور پہلوؤں کو نمایاں کرنے والی کتاب ہے قیمت علاوہ محصولڈاک ۵؍

۶۔ لا الٰہ الا اللہ تعلیم توحید، اعمال و عقائد کی اصلاح اور ترغیب الی القرآن کے لیے بہترین چیز ہے۔ قیمت فی جلد پانچ آنے۔ علاوہ محصول ڈاک

۷۔ جنگ انگورہ تیمور اور سلطان بایزید یلدرم کی معرکہ آرائی کا پورا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا اور لڑنے والوں کی آوازیں کانوں میں آنے لگتی ہیں۔ قیمت ۴؍ علاوہ محصول ڈاک۔

۸۔ گائے اور اسکی تاریخی عظمت یہ ایک بلند پایہ علمی تصنیف ہے۔ اس کا اندازہ اس کے نام سے نہیں بلکہ مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے۔ قیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک۔

۹۔ وید اور اسکی قدامت قدامت وید کے متعلق اس سے بہتر علمی تحقیق کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ قیمت فی جلد چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

۱۰۔ باطل شکن ایک عیسائی پادری نے قرآن مجید کے متعلق اعتراضات کیے تھے اُن کا دنداں شکن جواب مورخ اسلام نے دلچسپ انداز میں دیا ہے۔ قیمت فی جلد ۴؍ علاوہ محصولڈاک

۱۱۔ مسلمانان اندلس ہسپانیہ میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکمرانی کی جن لوگوں کو ضخیم تاریخوں کے پڑھنے کی فرصت نہیں وہ اس رسالہ کو جو تاریخ اندلس کا عطر ہے ملاحظہ کریں قیمت ۳؍ علاوہ محصول

۱۲۔ اسلام اور اچھوت اقوام اس رسالہ کے مطالعہ سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلام نے ہر انسان کے لیے حقوق انسانیت مساوی تجویز کیے ہیں۔ قیمت فی جلد ۴؍ علاوہ محصولڈاک۔

ضروری نوٹ

ایک روپیہ سے کم قیمت کی کتابوں کا وی پی روانہ نہیں ہوگا۔ ایک پارسل میں زیادہ کتابیں منگوانے میں محصول ڈاک میں کسی قدر کمی ہوجاتی ہے۔ فرمایش کا خط یا منی آرڈر ذیل کے پتہ سے بھیجیے۔

منیجر مکتبہ عبرت نجیب آباد (یو۔پی)

مختصر فہرست تصانیف مورخ اسلام علّامہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	آئینۂ حقیقت نما	۶/۴ر
۲	مقدمۂ تاریخِ ہند قدیم	عہ/۸ر
۳	نظام سلطنت	۶/۸ر
۴	تاریخِ اسلام جلد اوّل	للعہ ر
۵	تاریخ اسلام جلد دوم	للعہ ر
۶	تاریخ اسلام جلد سوم	سے ر
۷	سپاہیانہ زندگی	عہ ر
۸	اکابر قوم	۶ر
۹	نواب امیر خاں	۵ر
۱۰	جنگ انگورہ	۴ر
۱۱	مسلمانانِ اندلس	۳ر
۱۲	باطل شکن	۴ر
۱۳	گائے اور اس کی تاریخی عظمت	۴ر
۱۴	وید اور اُس کی قدامت	۴ر
۱۵	اسلام اور اچھوت اقوام	۴ر
۱۶	خانجہاں لودی	۶ر
۱۷	معیارِ العلماء	عہ ر
۱۸	احقاقِ حق (مصنفہ مولوی محمد ادریس خاں صاحب نجیب آبادی)	۵ر
۱۹	لا الٰہ الّا اللہ	۵ر

(نمبر ۴ تا ۸:) یہ پانچوں کتابیں مکتبۂ عبرت کی چھپوائی ہوئی نہیں ہیں بلکہ کمیشن پر منگوا کر رکھی گئی ہیں۔

ملنے کا پتہ:- منیجر مکتبۂ عبرت۔ نجیب آباد (یو پی)